ماھنامہ

مِلّیَۃ

فیصل آباد پاکستان

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق مئی،جون 2010ء

www.milliafsd.com



مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

وہ ﷺ

فیضِ حق عام کر گئے وہ ﷺ
جھولیاں سب کی بھر گئے وہ ﷺ

ربِّ عالم ترے کرم سے
معجزات ایسے کر گئے وہ ﷺ

مصطفٰے ﷺ سرورِ رُسل ہیں
کیسے معراج پر گئے وہ ﷺ

ختم اُنہی پر ہوئی رسالت
بند، یہ باب کر گئے وہ ﷺ

طاعتِ رب کے ایسے مظہر
شرح اَکملتُ کر گئے وہ ﷺ

زر فشاں ہوگئیں زمینیں
جس طرف سے گزر گئے وہ ﷺ

جگمگانے لگے اندھیرے
روشنی ایسی کر گئے وہ ﷺ

جن کو اپنی خبر نہیں تھی
ان کو بھی خِضر کر گئے وہ ﷺ

شب پرستوں کے جمگھٹوں میں
مثل بادِ سحر گئے وہ ﷺ

خویش و اغیار کے دلوں میں
بن کے دھڑکن، اتر گئے وہ ﷺ

عمر بھر سیم و زر لُٹا کر
آپ، بے سیم و زر گئے وہ ﷺ

ہم کو ہر معرضِ خطر سے
باخبر، خوب کر گئے وہ ﷺ

ان کی اطاعت زندگی ہے
جو کٹے اُن سے، مر گئے وہ

یہ سفینہ نجات کا ہے
آئے جو، پار اُتر گئے وہ ﷺ

دینِ حق کو فروغ دے کر
خُوش دل و باثمر گئے وہ ﷺ

اہلِ شر جو مچل رہے تھے
اپنی موت آپ مر گئے وہ

مژدہ باد اے متینؔ فطرت
مشکلیں سہل، کر گئے وہ ﷺ

پروفیسر بشیر متین فطرت
گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

ملّیہ

فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ — جلد نمبر 6

بمطابق

مئی، جون 2010ء — شمارہ نمبر 6

فہرست مضامین

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ وسرپرست

ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر — حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر — جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 20 روپے — پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ماہنامہ ملّیہ — جامعہ ملّیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر......حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی رخصت

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے انکار یا فرار ممکن ہی نہیں۔ چاہے کتنی بڑی سے بڑی پاکباز ہستی ہو۔ موت ایک کڑوا سچ ہے جس کو اپنائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ گذشتہ دنوں میری ایک عزیز ترین ہستی کا انتقال ہوا تو میری حالت غیر ہو رہی تھی کہ ایک تعزیت کرنے والے نے میری حالت دیکھ کر کہا کہ موت نہ صرف ایک کڑوا سچ ہے بلکہ ایک کڑوا گھونٹ ہے۔ اس کڑوے سچ کو ہر صورت سہنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ جس پر موت آتی ہے وہ تو اس کڑوے گھونٹ کو ہر صورت پی لیتا ہے چاہے کچھ بھی ہو، ہمارے سامنے تو ابھی ایک کڑوا سچ آیا ہے کڑوا گھونٹ نہیں، کم از کم ہمیں اس کڑوے سچ کو ہی قبول کر لینا چاہیے۔ یہ بات بڑے پتے کی کہی۔

اس لیے معتقدین و متوسلین جن میں، میں بھی شامل ہوں، کو یقین نہ بھی آئے تب بھی کڑوا سچ یہ ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب آف کندیاں شریفؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت کو اگرچہ کڑوا گھونٹ کہا گیا ہے مگر میرا عقیدہ ہے جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان کے لئے موت ایک ایسا میٹھا، رسیلا، نشیلا گھونٹ ہے جس کے پینے کے بعد محبوب سے ملاقات کا نشہ دو چند ہو جاتا ہے۔

مئی کی غالباً پانچ تاریخ تھی اور مغرب کی نماز کا وقت تھا میں اس وقت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی اگلی صفوں میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی بج اُٹھی، فون کان سے لگایا تو میرے بیٹے مولوی حماد الرحمٰن کی آواز کان میں پڑی، سلام کے بعد اس نے پوچھا کہ آپ نے خبر سن لی، میں نے پوچھا کہ کونسی خبر، تو اس نے بتایا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف

کا انتقال ہوگیا ہے۔ بلا اختیار میرے منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا۔

اسی سال ماہ فروری کی بات ہے کہ میرا اپنے ایک عزیز کلیم اللہ صاحب جو کہ برطانیہ سے آئے تھے اور ان کا اصلاحی تعلق بھی حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ساتھ تھا، ان کی فیملی کے ساتھ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی زیارت کے لئے کندیاں شریف جانا ہوا۔ کیا خبر تھی کہ یہ زیارت آخری ہوگی۔ اور پھر انہیں دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب کی زیارت یاد نہیں کہ کتنی بار ہوئی۔ البتہ اتنا ضرور علم ہے کہ ان کا ہمارے بزرگوں کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ فیصل آباد میں جب تشریف لاتے تو ان سے تعارف کراتا تو بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے اور فرماتے کہ تم مولانا انیس الرحمٰن کے بیٹے ہو ہمارا تم لوگوں کے ساتھ بڑا پرانا تعلق ہے۔

میرے بچپن کا زمانہ تھا جب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لاتے تو اس وقت ہندوستان و پاکستان کے تمام مشہور علماء، صلحاء، بزرگان دین، گدّی نشین، بھی تشریف لاتے تھے۔ انہی میں حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ بھی ہوتے تھے۔ پتلا دُبلا جسم، لانبا قد، چہرے پر سیاہ داڑھی، سر کو جھکائے ہوئے چلنا، متین طبیعت، آہستہ آواز میں گفتگو کرنا، کسی دل لُبھانے والی بات پر صرف ہلکی سی مسکراہٹ، یہ ان کی امتیازی شان تھی۔ ان کے ساتھ ان کے منتسبین کا حلقہ بھی ہوتا تھا۔

حضرت رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد جہاں اور بزرگ دنیا سے اُٹھ گئے اور حضرات کا ہمارے ہاں آنا کم ہوگیا، تو حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کا بھی آنا نہ ہوا۔

میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ تھے) کا انتقال ۱۹۷۴ء میں ہوا، اس کے بعد میرا اصلاحی تعلق حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس جب کبھی جانا ہوتا تو اگر حضرت خواجہؒ صاحب لاہور تشریف لائے ہوتے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس ضرور تشریف لاتے اسی طرح حضرت سید نفیس الحسینیؒ بھی لاہور میں ان کے پاس تشریف لیجاتے۔ آپس میں بزرگوں کا گہرا تعلق تھا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ روحانی اعتبار سے سلسلہ نقشبندیہ کے روح رواں تھی۔ان کے پیش رو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔وہ حضرت مولانا محمد احمد خانؒ کے جانشین تھے ،جو کہ حضرت خواجہ سراج الدینؒ دامانی کے جانشین تھے۔انہی کے نام پر مولانا محمد احمد خانؒ نے خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف کی بنیاد رکھی۔حضرت مولانا عبداللہؒ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے جانشینی حضر مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کو ملی۔

حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کے منتسبین ہزاروں ہی نہیں لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان کی اصلاحی خدمات کے علاوہ سیاسی خدمات بھی ہیں، دیکھنے میں بظاہر وہ ایک فاقہ مست درویش ہی لگتے تھے مگر ان میں سیاسی بصیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔سیاسی لحاظ سے وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ فکر سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق لوگوں کی سر پرستی بھی فرماتے تھے۔سیاسیات میں کئی موڑ آئے مگر ان کے موقف میں لچک پیدا نہیں ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے،شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ،شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ،حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ،حضرت مولانا سید فخر الدینؒ جیسے مایہ ناز اساتذہ سے انہوں نے کسب فیض کیا۔

تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔آجکل مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔انہوں نے اس کام کے لئے صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں ختم نبوت کے مراکز بنائے،

حضرت مولانا عبداللہ صاحب میرے نانا حضرت مولانا محمد انوریؒ کے بھی شاگرد تھے،انہوں نے اپنی کتاب ”انوار انوری“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔لدھیانہ میں مدرسہ انوریہ میں پڑھتے رہے جو کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب لرحمٰن لدھیانویؒ کے زیر انتظام چلتا تھا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شیخ حضرت مولانا عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال ۱۹۵۶ء میں ہوا تو رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے حضرت خواجہ خان

محمد صاحبؒ کو یہ تعزیتی خط لکھا۔

رئیس الاحرارؒ بنام حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ، خانقاہ سراجیہ، کندیاں

۱۵ جون ۱۹۵۶ء

محترم مولانا خان محمد صاحب

السلام علیکم۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی کے انتقال کی خبر معلوم ہو کر بے اندازہ صدمہ ہوا ۔ایک متقی اور باخدا انسان کی جدائی بہت بڑا نقصان ہے۔ وہ لدھیانہ کے تھے اور ہماری برادری کے تھے۔ اورانہوں نے ہمارے مدرسہ میں تعلیم بھی پائی تھی۔ ان کی بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اس سال سفر حج میں مکہ معظّمہ میں میرے پاس اچانک تشریف لے آئے۔ وہ مجھ سے اس طرح ملے جس طرح کے ایک طالب علم کسی استاد اور بزرگ سے ملتا ہے۔ میں چونکہ بیمار تھا اس لیے میرے پاس بیٹھ کر میرے لیے دعاء کرتے رہے۔ مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوئی کہ ان کے دل میں انا موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد مدینہ شریف میں ملے۔ اور جاتے ہی بیمار ہو گئے۔ مجھے افسوس ہوا کہ ان کی بیماری کی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب میرا سامان ہوائی جہاز پر جا رہا تھا۔ اس لیے میں اس وقت ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ ان کے بچوں کے سر پر میری طرف سے ہاتھ رکھیں اور ان کی بیوہ کو میری طرف سے ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ ان کے کتنے بچے ہیں، کیا نام ہیں اور کیا عمریں ہیں۔ تمام خانقاہ کے دوستوں کی خدمت میں سلام۔ میری صحت بہت زیاد خراب ہے ،میں بہت زیاد دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میری صحت اور سلامتی ایمان وخاتمہ بالخیر کے لیے دعاء فرمایئے ،اور یہ بھی دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی آزمائشوں سے محفوظ فرمائے۔

صاحب زادہ محمد جان صاحب موسیٰ زئی والے میرے گھر تشریف فرما ہیں ،ان کو بھی یہیں پر مولانا کے انتقال کی خبر ملی۔ ان کو اس خبر سے بے پناہ صدمہ پہنچا۔ بہت بہت سلام فرماتے ہیں اور آج یا کل وہ لاہور روانہ ہو جائیں گے۔ وہ عنقریب خود خانقاہ میں پہنچیں گے۔

والسلام......حبیب الرحمٰن لدھیانوی

جواب از حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ بنام رئیس الاحرارؒ

یہ فارسی زبان میں ہے۔

کندیاں۔ ۵۶ء

البسط الحمد و الصلوۃ ارسال التسلیمات ۔ از فقیر خان محمد عفی عنہ

محترمی جناب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی،

ملاحظہ فرمایند گرامی نامہ تعزیت و اظہار حسرت بروفات آں ذات والا صفات مجموعہ مکارم نسخہ کمالات الشیخ المربی حضرت الحاج مولانا عبداللہ نور اللہ مرقدہ کہ نامزد فقیر ساختہ درد یافتہ و موجب تسکین قلوب غم زدہ و سینہ ہائے مجروح شدہ گردیدہ تقبل اللّٰہ منکم و احسن جزاکم محترما! صدمہ وفات حضرت مرحوم نہ صرف صدمہ احباب است بلکہ مصیبت جملہ اہل اسلامست و ہر فرد مسلمان قابل تعزیت کہ موت العالم موت العالم فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

سبحان اللہ حضرت شیخ طاب اللہ ثراہ و اکرم مثواہ نہ فقط محط اصفیاء بود بلکہ مرجع فضلاء و ماویٰ ذوی الحاجات بود و نہ بر تلقین اشغال و اذکار طریقہ مکتفی بلکہ در اعلائے کلمۃ اللہ و جہاد اعداء اللہ بہر طریق ممکن سابق و ساعی و داعی از بصیرۃ نافذہ آں ذات ستودہ و صفات چہ اظہار نماید کہ اگر صوفیائے را بر دقائق عیوب نفس و حقائق کمالات مکتسبہ از اں شمع نوریست ہم جہابذہ علماء را در تحقیق دقائق مسائل علوم از آنحضرت شرکتے بلکہ ہدایتے و بتہنیت فجزاہ اللّٰہ تعالی عنی و عن جمیع اجابہ و عن المسلمین خیرا۔

وچوں احباب ایں فقیر را برجائے حضرت والا برگرفتہ اند باوجود آنکہ ایں فقیر درمی خود چیزے نمی یابد کہ بادے شائستگی این منصوب دارد لاجرم مستدعی است کہ از دعوات مستجابہ خود مدد و معاون فقیر باشند کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ثابت القدمی بر طریقہ حضرات عنایت فرمودہ توفیق ادائے حقوق الٰہی کرامت فرمایند انہ الیسر لکل عسیر و علی مایشاء قدیر۔ حضرت اقدس صبیہ بعمر ہفدہ سالہ و صغیر مسمی محمد عابد سلمہ بعمر سیزدہ سالہ گزاشتہ است در حفظ قرآن کریم مصروفست ۔عزیز آں جملہ احباب خانقاہ تسلیمات رسانند۔ بدعوات یاد فرمایند والسلام۔ لزڈنگ براستہ کندیان

خان محمد خلیفہ و سجادہ نشین مولانا عبداللہؒ شیخ طریقت خانقاہ، کندیاں

مکاتیبِ رئیس الاحرارؒ سے

قسط 2

رئیس الاحرارؒ اور ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم میں خط و کتابت

گذشتہ شمارے میں ہم رئیس الاحرارؒ کے دو مکتوب بنام سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم شائع کر چکے ہیں۔اس پر کچھ حضرات نے ہمیں فون پر اور کچھ حضرات نے تحریر کے ذریعہ اپنی رائے سے نوزا ہے۔قارئین ابھی تحمل سے کام لیں۔اب دوسری قسط میں ایک ہی مکتوب شائع کیا جارہا ہے ، یہ مکاتیب جماعت اسلامی کے قیام سے پہلے کے ہیں، جب کہ اختلافات عام نہیں ہوئے تھے۔آئندہ شمارے میں جماعت اسلامی کے قیام کے بعد کی خط کتابت شائع کی جائے گی۔

از: سہارنپور......تاریخ درج نہیں

محترمی و مکرمی......السلام علیکم:

آپکا خط مجھے سہارنپور میں ملا آپ کے دفتر کا حساب بالکل غلط ہے۔سولہ روپے میں نے اسی وقت بھیج دیئے تھے جب گذشتہ سالوں کے فائل منگائے ہیں اسکی رسید لدھیانہ میں موجود ہے۔باقی دو سال کی قیمت جو دس روپیہ آپ نے مانگی ہے وہ بھی غلط ہے۔گذشتہ رمضان شریف سے یہ رسالہ میں نے جاری کروایا ہے جس کو چودہ مہینے ہوگئے ہیں۔میں یہ سمجھتا رہا کہ رسالہ آپ نے میرے نام بند کر دیا ہے چونکہ میں گھر رہتا نہیں ہوں اس لئے رسالہ دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔بہر حال دو سال کی قیمت میں آپ کو بھیج دونگا جب پورے دو سال ہو جائیں تو رسالہ بند کر دیجئے اور اگر آپ کے حساب سے دو سال ہو گئے ہوں تب بھی بند کر دیجئے کیونکہ رسالے ضائع ہو جاتے ہیں اور مجھے ملتے نہیں۔

''ترجمان القرآن'' کے دوشمارے اتفاق سے سہارنپور پہنچ گئے ،ایک وہ جس میں تمام وہ مضامین جمع کئے گئے ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کو عمل کی زندگی سے نجات دلانے کی سعی کی گئی ہے۔ آپ کے مضامین کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا، اسلئے نہیں کہ اس میں مضامین کسی کے خلاف ہیں بلکہ اس لئے کہ متضاد ہیں۔آپ ایک بات بڑے زور شور سے کہتے ہیں اور پھر خود ہی اس کی تردید فرماتے ہیں۔

سنا ہے کہ آپ کو ڈاکٹر اقبال کے مشورے سے پٹھان کوٹ لایا جارہا ہے، یہ بات مجھے چوہدری نیاز علی صاحب نے بتائی۔ضلع گرداسپور کی زمین بڑی مردم خیز ہے پہلے اسی ضلع سے مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا، اور اب جہاں دارالامان تھا وہاں دارالسلام بن رہا ہے۔دارلامان دارالسلام کے بغیر محفوظ بھی نہیں رہ سکتا، اللہ خیر کرے۔خیر یہ خط ان باتوں کا متحمل نہیں ہے، ان کے متعلق کسی دوسری مجلس میں عرض کروں گا۔

آپ اپنا حساب کتاب دیکھ کر مجھے خط تحریر فرمایئے۔آپ کب پٹھان کوٹ تشریف لائینگے ،ڈاکٹر اقبال کی طرف سے آپ کے لئے میرے ذمہ ایک ضروری کام لگایا گیا ہے، وہ آپ سے ملاقات کے ساتھ ہی پورا ہوسکتا ہے۔مجھے اطلاع دیں۔

نوٹ: جواب لدھیانہ کے پتہ پر ارسال فرماویں۔

والسلام۔حبیب الرحمٰن لدھیانوی

العجالة في مسئلة اللحية و السبالة

داڑھی کے متعلق شرعی فیصلہ

قسط ۳

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوریؒ

داڑھی کی حد شرعی

احادیث:

(۱) کان بن عُمَرَ اِذا حَجَّ اَوِ اعتمَرَ قبَضَ علیٰ لِحیَتِهٖ فَما فَضَلَ اَخذَہ‘

(بخاری شریف، جمع الفوائد)

حضرت عبداللہ بن عمر صحابیؓ حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر جب حجامت بنواتے تو اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ لیتے تھے، پس جو قبضہ یعنی مٹھی سے زائد بال نکلتے ہوتے تھے ان کو کاٹ لیتے تھے۔

(۲) اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

و کان اَبُوھُرَیرَۃَ یَقبِضُ علیٰ لِحُیَتِهٖ فَیَاخُذُ مَافَضَلَ و عَنُ ابنِ عَمَرَ مِثلَہ‘

حضرت ابو ہریرہ صحابیؓ اپنی داڑھی مبارک کو مٹھی میں لے لیتے تھے جو بال زائد رہتے تھے مٹھی کے نیچے سے ان کو کاٹ دیتے تھے۔

(۳) اسی عینی شرح بخاری شریف میں ہے:

وروَیٰ عُمَرَ اَنّه رَایٰ رَجُلاً قَد تَرکَ لِحُیَتَه حَتّٰی کَبُرَتُ فَاَخَذَ ثُمّ قَالَ اِیتُونِیُ بِجلمتین ثُمَّ اَمرَ رَجُلاً فَجزَّ مَاتَحُتَ یَدِهٖ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کی داڑھی بہت ہی طویل اور لمبی ہو گئی تھی۔ پس آپ نے قینچی منگائی اور اس شخص کی ڈاڑھی کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ پھر ایک آدمی کو حکم دیا اس نے آپ کے ہاتھ مبارک کے نیچے نکلتے ہوئے بالوں کو کاٹ دیا۔

علامہ ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ذَھَبَ قَوُم الیٰ ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیء من اللحیة من طُولِھا و عرضھا وقال قوم اِذا زَاد علیٰ القبضة یؤ خذ الزائد ثم ساق بسندہ الیٰ ابن عمرؓ انه فعل ذلك و الیٰ عمرؓ

انه فعل ذلك برجل و من طريق ابی هريرةؓ انه فعله الخ

ترجمہ۔ایک جماعت علماء کی ظاہر حدیث کی طرف گئی ہے۔یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوفرمایا ہے، احفوا الشّوارِب و اعفوا اللحىٰ کہ مونچھیں خوب باریک کرواورڈاڑھیاں خوب بڑھاؤ۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پرمحمول ہے۔پس ان کے نزدیک ڈاڑھی کے طول وعرض سے تھوڑا سا کٹانا بھی خواہ قبضہ سے زائد ہو جائے تو زائد کا کاٹنا جائز ہے۔پھرابن جریرؒ نے اپنی سند سے عبداللہ بن عمراور عمر رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہؓ کا فعل نقل کیا ہے۔کہ وہ قبضہ سے زائد کاٹ لینا جائز قرار دیتے تھے۔

اورنہایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

و كان عبدُاللّٰه بنِ عُمَرَ يَقبِضُ علىٰ لِحُيَتِهٖ ويَقُطَعُ ماوراءَ القَبُضَةِ و ذكره فى الآثار عن عبداللّٰه بن عمر قال وبه اخذ ابوحنيفةؒ و ابويوسفؒ و محمدؒ ۔

وهكذا ذكره ابويسر فى جامع الصغير

حضرت عبداللہ بن عمرؓ قبضہ سے زائد کاٹ لیا کرتے تھے،اسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے۔اورفرمایا ہے اسی پرعمل ہے۔امام ابوحنیفہؒ اورابو یوسفؒ اور ہمارا۔الخ

وقدُ اَخذَ ماتَحتَ الُقَبُضَةِ ابنِ عُمَرؓ وجماعة من التابعين و استَحُسَنَه الُشَعُبِىُ و ابن سيرين
یعنی ابن عمرؓ اور جماعت تابعینؒ کی مقدار قبضہ سے زائد بال کاٹ لیا کرتے تھے،امام شعبی اور محمد بن سیرین رضی اللہ عنہما نے اسی کوعمدہ خیال کیا ہے۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم خالفوا المشركين
مخالفت کنید مشرکاں راپس ازاں بیان مخالفت کرد بقول خوداو فى واللُّحىٰ وافرودراز کنید ریشہارا واحفوا الشوارب وکوتاہ وپست کنید بروتہاراوفی روایۃ آمدہ است درروایتے بجاء احفوا الشوارب انهكوا الشوارب و انہاك مبالغۃ درچیزی کردن وداداز اینجا مبالغۃ درکوتاہ کردن است وبجائے اوفروا اللحى واعفوا اللحى واعفاء بمعنی ارسیال وفروگذاشتن است۔

(صفحہ ۶۰۹ جلد ثالث، اشعۃ اللمعات اورص ۶۱۵ ج ۳)

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی اللّٰه علیه و سلم کان یاخذ من لِحُیَتِهٖ عرضاً وطولاً

کہ مے گرفت از لحیۃ مبارک خود پہنائے دے ودرازی وے یعنی از ہر جانب لحیہ اصلاح مے داد وتسویہ مے کرد بگرفتن موئے کہ دراز مے شد وبیروں مے افتاد وایں منافاۃ ندارد یا عفاوتوفیر لحی کہ دراحادیث امر بداں واقع شدہ چہ نہی از قص لحیہ وکوتاہ کردن است چنانچہ فعل اعاجم است وگرفتن ازطول برائے تسویہ وصلاح نہ منافی آن است۔

(صفحہ ۲۲۸، ج ا، اشعۃ اللمعات)

و اعفاء اللحیۃ حکم فروگذاشتن ووافر گردانیدن ریش است، ومشہور قدر یک مشت است چنانکہ کمتر ازیں نہ باید واگر زیادہ ازاں بگزارد نیز جائز است۔ بشرطیکہ از حد اعتدال نگذرد واگر راز گشت بعداز در از گشتن کوتاہ کردن نزد بعضے مکروہ است۔

مذہب حسن بصری وقتادہ ایں است، ونزد بعضے مستحسن وایں مذہب شعبی وابن سیریں است۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پوری داڑھی رکھنا ہے۔

حدیث کی مشہور کتاب تنویر میں ایک حدیث جس کو شرع شرعۃ الاسلام سے علامہ محمد ہاشم سندھی نے بیاض میں نقل کیا ہے۔ یوں ہے:

عن عمرو بن شعیب عن جده انه صلی الله علیه و سلم کا ن یاخذ من لحیته طولاً و عرضاً اذا زاد علی القبضة...... کذا فی التنویر

عمرو بن شعیب اپنے شعیب سے وہ اپنے باپ محمد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک طول وعرض سے ترشوایا کرتے تھے، جب کہ وہ ایک قبضہ سے زیادہ ہو جاتی تھی، یہ حدیث ترمذی میں بھی آئی ہے مگر اس میں اذا زاد علی القبضة کا لفظ نہیں۔

یہ خیال کہ اس کا مطلب یہ کہ قبضہ سے کم کٹوانا جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور چودہ سو سال کے اجماع اور تواتر کے خلاف ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

اخذاللحیة طولًا وعرضاً ولکنه مقید بمازاد علی القبضة

(مرقات صفحہ ۴۵۷ جلد ۴)

پھر صفحہ ۳۹۲ پر ترمذی کی حدیث کی شرح یوں کرتے ہیں۔

وقید الحدیث فی شرح الشرعة بقوله اذازاد علی قدر القبضة وجعله فی التنویر عن نفس الحدیث۔

کتب فقہ درمختار وشامی

(۱) اللحیة اذاکانت بقدر المسنون وهو مقدار القبضة وصرح فی النهایة یوجب ما زاد علی القبضة و اما الاخذ منهما و هی دون ذالك کما یفعله المغاربة و مخنثة الرجال فلم یُبِحْهَا اَحَدٌ واخذ کلها فعل هنود الهند

حاصل یہ کہ داڑھی کی مقدار مسنون مقدار قبضہ ہے۔ اور نہایہ میں تصریح کی ہے۔ کہ قبضہ سے زائد لے لینے چاہئے۔ لیکن مقدار قبضہ سے کم کر لینا کترانا یا منڈانا جیسا کہ مغرب کے لوگ اور ہجڑے کرتے ہیں۔ اس کو تو کسی نے بھی مباح نہیں کیا۔ اور تمام داڑھی رگڑانا تو ہندوستان کے ہندو کا فعل ہے۔

(درمختار شامی صفحہ ۱۲۳ ج ۲)

(۲) اور مجمع البحار (جو تمام کتب حدیث کی لغت ہے) میں ہے:

قصر اللحیة من صنع الاعاجم وهو الیوم شعار کثیر من المشرکین کا لافرنج و الهنود من لا خلاق له فی الدین من الفرق الموسومة بالقلندریة طَهَّرَاللّٰه حوزة الدین عنهم و کره العلماء نتف جانبی العنفة۔ انتہیٰ۔

ڈاڑھی کا کٹانا عجم کے کفار کا فعل ہے۔ اور وہ آج کل بے شمار مشرکین کا شعار ہے۔ یعنی مخصوص علامت ہے۔ جیسے فرنگی اور ہنود اور ان لوگوں کا شعار ہے جن کو دین اسلام میں سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ مثلاً وہ فرقے جو قلندریہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کے احاطے کو ان سے

پاک رکھے۔اور ریش کے بچہ دونوں جانب بال اکھاڑنے مکروہ ہیں۔

سبحان اللہ اس بزرگ کے کلام میں کس قدر جامعیت اور نور ہے۔صاف صاف فرمایا۔کوئی شبہ باقی نہیں رکھا۔کہ ڈاڑھی مقدار قبضہ سے کم کٹانا بے دینوں کا کام ہے۔فافہم!

(۳) درمختار صفحہ ۶۰۰

قطعت شعرها لعنت ولو باذن الزوج لانه لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق و كذا حرم على الرجل قطع لحيته ......هكذا فی فتاویٰ البزازية

اگر کوئی عورت اپنے بال کٹائے تو ملعونہ ہے۔اگرچہ اپنے خاوند ہی کے اذن سے کرے، کیونکہ خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہیئے اور ایسے حرام ہے آدمی کو ڈاڑھی کٹانا یا منڈانا۔اسی طرح بزازیہ میں ہے

(۴) اور ہدایہ (ص ۵۸۴ جلد ۴) میں ہے

ان اللحية فی وقتها جمال و حلقها تفويته على الكمال فتجب الدية

یعنی داڑھی اپنے وقت میں انسانی جمال اور خوبصورتی ہے۔اور اس کے منڈانے میں اس تمام خوبصورتی کا ضائع کرنا ہے۔پس کاٹنے والے پر دیت تاوان واجب ہے۔

دیکھئے فقہاء امت تو شریعت کا مسئلہ یوں فرماتے ہیں۔کہ جو کسی کی ڈاڑھی مونڈ ڈالے اس پر تاوان واجب ہے۔کیونکہ اس نے ایک مومن کی خوبصورتی کو ضائع کر دیا۔مگر ہم ہیں کہ اس خود پیسے دے کر ڈاڑھی منداتے ہیں۔اور اسی کو خوبصورتی یقین کئے ہوئے ہیں و قلوب لايفقهون بها قرآن میں ہے کہ ان کے دل ایسے ہیں کہ سمجھتے نہیں۔

(۵) مالابدمنہ میں ہے۔وتراشیدن ریش از قبضہ حرام ہے۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب فرماتے ہیں مقدار قبضہ سے کم کرانا ڈاڑھی کا خواہ منڈانا ہو یا کٹانا حرام ہے۔

(۶) حاشیہ ہدایہ میں ہے:قوله عليه السلام ان اللّٰه و ملئكة تسبيحهم سبحان من زين الرجال باللحاء۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتوں کی یہی تسبیح ہے۔ کہ پاک اور منزہ ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت اور جمال دیا۔

(۷) مراقی الفلاح میں ہے۔

الاخذ من اللحية وهى دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة مخنثة الرجال فلم يحل احد و اخذ كلها فعل المجوس الاعاجم و اليهود والهنود وبعض اجناس الافرنج۔

مقدار قبضہ سے کم ڈاڑھی کا لینا جیسا کہ بعض مغربی یا مخنث کیا کرتے ہیں کسی نے حلال نہیں کیا۔ سو یہ حرام ہے۔ اور کل ڈاڑھی کا منڈانا مجوسیوں اور یہودیوں اور ہندوؤں اور بعض مغربیوں کا فعل ہے۔

(۸) لايحل للرجل ان يقطع لحيته۔

مرد کو حلال نہیں کہ ڈاڑھی کاٹے۔ (وجیز للامام سرخسی)

(۹) فتاویٰ مولانا عبدالحئی میں نوازل۔ ظہریہ اور مجمع البرکات سے نقل کیا ہے۔

كمالا يحل للرجل ان يقطع لحيته فكذا لايحل للمراة ان تقطع شعرها

جیسا کہ مرد کو جائز نہیں کہ اپنی ڈاڑھی کاٹے، ایسے ہی عورت کو حلال نہیں کہ اپنے سر کے بال کٹوائے

(۱۰) اورعرف الشذی تقریر ترمذی شریف شیخ المحدثین زبدۃ العارفین مجدد الملت قطب الوقت حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز میں ہے

اماتقصير اللحية بحيث تصيره قصيرة من القبضة فغير جائز فى المذاهب الاربعة و كذلك فى الدرالمختار فى الصيام وترد شهادة مرتكب هذا الفعل۔

لیکن ڈاڑھی کا اس طرح کاٹنا کہ مقدار قبضہ سے کم ہو جائے یہ چاروں مذاہب میں ناجائز ہے۔ جیسا کہ درمختار کے کتاب الصیام میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

اور ایسا فعل کرنے والے کی شہادت رد کی جائے گی۔ یعنی اس کی شہادت مقبول نہیں۔

امیر عالمی تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوارِ رحمت میں

سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری — استاذ حدیث دارالعلوم وقف دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

۵رمئی کی شام جدہ سے ایک مخلص نے ٹیلی فون پر یہ الم ناک اطلاع دی کہ نقشبندیت کے امام، عالمی تحفظ ختم نبوت کے امیر، ہزار ہا ہزار لوگوں کی عقیدت و محبت کا مرکز، خانقاہِ سراجیہ کندیاں پاکستان کے صدر نشیں، امامِ نقشبند حضرت مولانا عبداللہ خان صاحبؒ کے جانشین حضرت خواجہ خان محمد صاحب بھی راہی ملک عدم ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت کے شیخ حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علامہ کشمیری کے تلمیذ اور اپنے وقت کے نقشبندیت کے امام حضرت مولانا محمد احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز و جانشین تھے، جن کے بارے میں درسِ بخاری شریف میں ایک بار علامہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک ہندوستان میں اس وقت نقشبندیت کے دو امام ہیں، اُن میں سے ایک حضرت مولانا محمد احمد خان صاحب ہیں،

احقر نے والد مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ سے سنا بھی ہے اور حضرت شاہ صاحب نے لکھا بھی ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب سرہند حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مزار پر تشریف لاتے تو ملاقات کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ بھی سرہند پہنچتے۔ ایک ملاقات پر فرمایا کہ ''شاہ صاحب چائے پئیں گے؟'' عرض کیا گیا کہ ضرور۔ فرمایا کہ ''بے تکلف زیستن خوش زیستن'' پھر خادم جو حضرت کے ساتھ تھے ان کو چائے تیار کرنے کا حکم دیا، چولہا جس پر چائے کا پانی رکھا گیا وہ بغیر آواز والا تھا، حضرت نے فرمایا کہ ''شاہ صاحب! ہمارا چولہا بھی نقشبندی ہے''۔

ایک بار پابندی نماز کے لیے دعا کی درخواست کی، فرمایا کہ ''شاہ صاحب! اتنی بات تو علم دین سے بھی پیدا ہو جانی چاہئے، کوئی آگے کی چیز دریافت کریں۔''

احقر ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، دارالعلوم دیوبند کہ درودیوار، درسگاہیں ودفاتر، اساتذہ وطلبہ، انتظامیہ وملازمین، ذرّہ ذرّہ کی زبان پر تقریب اجلاس صد سالہ کے چرچے اور تذکرے تھے،

دیوبند ہی کیا پورا ہندوستان اور ہندوستان ہی صرف نہیں، بلکہ ہر وہ ملک جہاں دارالعلوم کے فیض یافتہ موجود تھے اس عظیم الشان اجلاس کے لیے مجسم انتظار، ایک شوق تھا جو اپنی سرحدوں کو عبور کر کے جنون کی حد تک بڑھا ہوا، ایک دھن تھی جو ہرایک کے سر پر سوار، ایک ماحول از مشرق تا مغرب تیار۔

مارچ ۸۰ء میں اجلاس ہوا اور حسب توقع دنیا کے کونے کونے سے فرزندان توحید ووابستگان دیوبند کشاں کشاں دیوبند چلے آئے، جن میں ممالک کے قائد بھی تھے اور نمائندے بھی، سیاسی راہ نما بھی تھے اور دینی علماء بھی، قدیم طلبہ بھی تھے اور فضلاء بھی، دارالعلوم سے محبت رکھنے والے بے لوث عوام بھی تھے اور دین سے وابستہ سادہ لوح افراد بھی، لوگوں کا ایک سمندر تھا جو شاید اب دیوبند کو دیکھنا نصیب نہ ہو،

اجلاس کے ایام میں اگر کسی ضرورت سے گھر سے باہر گئے تو اپنی خواہش اور ضرورت کی سمت میں اپنی مرضی سے جانے کے بجائے رُخ مجمع کے بہاؤ کی جانب ہوجاتا، جس پر آپ کے اختیار کو اور ہاتھ پاؤں مارنے کو کچھ دخل نہ ہوتا، ایسے تاریخی مجمع اور ازدہام میں ظاہر ہے کہ منتظمین اجلاس کے وہ انتظامات جو مدعوئین کے لیے کئے گئے تھے وہ بھی درہم برہم ہوکر رہ گئے تھے،

خوب یاد ہے کہ جس کو جو کونہ ملا اسی کو تھام کر بیٹھ گیا، جس کو جو گوشہ ہاتھ لگا اسی کو عافیت کدہ بنالیا، ان کونوں، زاویوں، اور گوشوں میں مقیم عوام کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے ممالک کے نمائندے، اونچے مناصب پر فائز افسران، مختلف ممالک کے سفارت کار اور کارندے بھی، ان دنوں گوشہ نشین وزاویہ گیر ہوچکے تھے۔

دیوبند میں مسلمانوں کے مکانات میں کوئی بھی گھر ایسا نہیں تھا جس میں بُلائے یا بن بُلائے مہمان نہ تھے، بلکہ ہندو بھائیوں کے مکانات پر بھی واردین وصادرین مقیم تھے، پھر اُن حضرات کی رہائش گاہوں کا تو پوچھنا ہی کیا، جو ملک وبیرون ملک اپنا تعارف رکھتے، دینی اجتماعات، وکانفرنسوں

میں شرکت، دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس سے وابستہ، ملک میں چلت پھرت، معتقدین ومحبین کا وسیع حلقہ، ظاہری بات ہے کہ ان کے مکانات دارالضیوف میں تبدیل ہوچکے تھے۔

چنانچہ ہماری رہائش بھی مہمانان کرام سے لبالب، گھر کے تمام کمرے لبریز ہوگئے، تو حضرت شاہ صاحبؒ نے کھلی ہوئی چھتوں پر شامیانے لگوادیئے، وہ بھی پُر ہوئے تو پڑوس میں دوڑے اوران کے مکانات پرمہمانوں کے قیام کانظم کیا۔

اسی ماحول میں اچانک دن کے ۹ ربجے کے قریب حضرت شاہ صاحبؒ مکان میں تشریف لائے اورفرمایا کہ بڑے معزز مہمان تشریف لائے ہیں، قیام کا انتظام کرنا ہے اورحضرت کے ساتھ چالیس کے قریب اوربھی حضرات ہیں، پڑوس میں جناب احسان نبی صاحب امین کا دومنزلہ مکان فورا حاصل کیا، اس دوران دروازے میں موجود ملاقاتی کمرہ میں احقر والدصاحب کے ہمراہ گیا، راستہ میں فرمایا کہ یہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہیں،

کمرہ میں درمیان میں تشریف فرما۔سیاہ عمامہ برسر، مضبوط ہاڑ، طویل القامت، گندمی رنگ، چہرے پرسمندروں کا سکون، کم آمیز وکم گو، مگرآنکھیں پُرکشش اورتکلم کی ادا لئے ہوئے، پنجابی طرز کی سفید لنگی، معمولی کپڑے کا سفید کرتا، نہ جانے کیوں چہرہ مسکراتا محسوس ہوتا، اقبال کا یہ شعر بے ساختہ گنگنانے کے لیے طبیعت مچلنے لگی۔

اے باد بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو
خاموشی ودلسوزی، سرمستی ورعنائی

یہ پہلی ملاقات تھی اورحضرت کی زیارت کی داستان۔صدسالہ اجلاس کے پروگرام میں ابنائے قدیم اورمشاہیر کے لیے بعد نماز مغرب دارالحدیث تحتانی میں تقسیم دستارِفضیلت کا پروگرام رکھا گیا، حضرت شاہ صاحبؒ احقر اور برادرِعزیز مولوی انیس الاسلام نے پگڑی لی اورسیدھے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی قیام گاہ پر پہنچ گئے، والدصاحب سمیت ہم سب نے حضرت کے دست مبارک سے ہی پگڑی بندھوائی۔حضرت ۲ رروز مقیم رہے، اس عرصہ میں خدمت کا بھرپور موقع ملا، والدصاحبؒ ان کی خدمت میں سراپا نیاز، ایک ایک چھوٹی بڑی چیز کی دیکھ بھال خودسنبھال لی، یہ منظر میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔

پھر حضرت سے بار بار الحمد للہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا، بنگلہ دیش، انگلینڈ، گوجرانوالہ وغیرہ میں۔ ہر ملاقات میں وہی رنگ وہی انداز، وہی کشادہ سینہ اور پُر سکون چہرہ، وہی بولتی آنکھیں اور نرم نرم انداز، شخصیت پُرکشش، وجود عبادت و ریاضت کے زم زم میں دُھلا ہوا۔

چند سال پہلے بنگلہ دیش کی راج دھانی ڈھاکہ میں عالمی ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا، بطور مہمانِ خصوصی حضرت شاہ صاحبؒ کو مدعو کیا گیا۔ عظیم الشان میدان، انسانوں کے سمندر کے لیے ناکافی پڑ گیا، جذباتی اور دینی فداکار بنگالیوں کا جوش جوار بھاٹا کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا، کمر کے گرد رومال باندھے ہوئے اور بعض کفن لپیٹے ہوئے، فلک شگاف نعرہائے تکبیر، سماعت شکن رسالت کے زمزمے، اس ماحول میں حضرت شاہ صاحب اسٹیج پر پہنچے، اعلان ہوا، کہ قافلہ سالارِ ختم نبوت امام العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے فرزند، ہمارے درمیان موجود ہیں، بے مثال و عدیم النظیر مجمع خطرناک ہچکولے لینے لگا، سامنے لگے بیری کیٹس آنِ واحد میں فضاء میں غائب ہوگئے اور یہ سیلاب بلاخیز اسٹیج کی جانب بڑھنے لگا، اجلاس حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ فوراً صورتِ حال کا ادراک فرمایا اور حضرت شاہ صاحب سے فرمایا کہ ”مناسب یہ ہوگا کہ تمام پروگرام کو بعد کے حالات پر چھوڑ کر سب سے پہلے آپ کا بیان ہو جائے، شاید اس سے مجمع کو تسلی ہو!“

حضرت شاہ صاحبؒ کی زبان، ختم نبوت کا موضوع، اپنے مخصوص لب و لہجہ میں خطاب کا آغاز فرمایا، میں نے شعور میں تقریباً ۴۵ر سال حضرت شاہ صاحبؒ کو سنا ہے اور بے پناہ سنا، مگر میری طویل سماعت کی تاریخ میں یہ ۴۵ر منٹ کا خطاب لاثانی اور دنیائے خطابت کا حسین ترین نمونہ تھا، بجلیاں تڑپ رہی تھیں، طوفان بپھر رہے تھے، اور بے قابو موجیں ساحل کے حدود کو نگل لینا چاہتی تھیں۔ میری آنکھیں بار بار صدرِ اجلاس کے چہرے پر جا ٹکتیں، ہمہ تن گوش، پورا وجود طمانیت، سکون اور مسرت کا پیکر، حضرت شاہ صاحبؒ نے اچانک حسب عادت خطاب کا اختتام فرما دیا۔

چلتی ہوئی نبضیں ٹھہر گئیں، جیسے ہزاروں واٹ کے بلب اچانک بجھ جائیں، ہر چہرہ حیرت اور کچھ سمجھنے اور کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت سے دوچار، مسند پر موجود بنگلہ دیش کے کونے کونے سے آئے ہوئے علمائے کرام دم بخود، شاہ صاحبؒ اپنی نشست پر پہنچے۔ سبحان اللہ! اللہ آپ کی عمر دراز کرے، آپ نے حق ادا کر دیا، حضرت خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے اسٹیج پر

چھائے دبیز سناٹے کی چادر کو چاک کیا۔

انگلینڈ کا مشہور شہر ’’بریڈفورڈ‘‘ حضرت شاہ صاحبؒ بریڈفورڈ سے قریب دوسرے شہر ’’لیڈز‘‘ میں مدعو، اور بعد ظہر خطاب کا پروگرام، خطاب ہوا، اور بعد میں کسی صاحب نے جو غالباً پاکستانی تھے عرض کیا کہ بریڈفورڈ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مقیم ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی بے قراری دیدنی تھی، قیام گاہ کا پتہ دریافت کیا، یہ صاحب لاعلم، مسجد کے مہمان خانے میں بیٹھے بیٹھے ہی دس پندرہ فون کرادیئے، اور وہاں سے ہی بریڈفورڈ کی راہ لی، حضرت کی قیام گاہ کسی پاکستانی صاحب کی رہائش گاہ تھی،

ایک سادہ مختصر کمرہ، باہر عقیدت مندوں اور منتسبین کا ہجوم، حضرت شاہ صاحب کی آمد کی اطلاع کرائی گئی، چند ہی لمحات میں حضرت خود باہر تشریف لے آئے، سینہ سے لگایا اور فرمایا: اچھا آپ کب تشریف لائے؟ کہاں قیام ہے؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو میری سعادت ہے۔ خیروخیریت، تخلیہ میں مختصر گفتگو، اور پھر واپسی!

پاکستان کا سفر ہوا تو راولپنڈی اور پھر گوجرانوالہ پہنچے، معلوم ہوا کہ جناب نذیر صاحب انصاف کلاتھ مرچنٹ کے فرودگاہ پر حضرت خواجہ صاحب مقیم ہیں، یہ نذیر صاحب بزرگوں اور علماء کے قدردان، اہل دل کی مجالس میں حاضر باش، ان کا تکیہ کلام ’’مثال‘‘ گفتگو میں بار بار اسی کا تکرار کرتے، کشادہ دل، خندہ رو، مہمان نواز، اللہ جانے اب بقید حیات ہیں، یا منزل مقصود پر پہنچ چکے۔

حضرت مکان کے مردانہ حصہ میں ایک تخت پر نیم دراز، حضرت شاہ صاحبؒ کے کمرے میں داخلہ کے ساتھ ہی سرعت کے ساتھ تخت سے نیچے اُترے، فرمایا کہ ’’بس! اب کندیاں کا پروگرام بھی دیجئے‘‘۔ اخبارات اور احباب کے ذریعہ پاکستان میں آپ کی آمد لگاتار مختلف شہروں میں پروگرام کی اطلاعات مسلسل مل رہی ہیں، مگر آپ کسی جگہ قیام ہی نہیں فرمارہے ہیں، اس لیے رابطہ نہیں ہو پارہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ

حضرت! انشاء اللہ ہفتہ کے اخیر میں فارغ ہورہا ہوں، پھر انشاء اللہ حاضر ہوؤں گا۔ فرمایا کہ اس وقت میں سفر میں رہوں گا۔ غرضیکہ یہ ملاقات ایسی حاضری پر ختم ہوئی۔

چند سال ہوئے کہ کسی سفر سے واپسی پر دُبئی میں مختصر قیام ہوا، وہاں پر جمعہ کے روز مسجد

الغُریر میں حضرت شاہ صاحبؒ کا بیان ہوا، بیان کے بعد جناب نعیم خاں صاحب سے ملاقات ہوئی، یہ اصلاً لاہور کے باشندے اور بسلسلہ ملازمت دُبئی میں مقیم تھے، اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے وابستہ اور حضرت کے عاشق۔ عرض کیا کہ حضرت! غریب خانہ پر چلئے، ایک تحفہ پیش کروں گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا اگر ممکن ہے تو یہاں پر ہی دے دیجئے، مسجد ہی میں دعا کروں گا، عرض کیا اچھا حضرت! کار میں ہے، میں ابھی حاضر ہوا۔ آئے اور ایک کتاب ہاتھ میں، جس میں معمولاتِ حضراتِ نقشبندیہ و شجرہ، ہدایات و نصائح، فہرست خلفائے کرام۔ یہ خانقاہِ سراجیہ کندیاں سے شائع کی گئی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ کو پیش کی، کار میں بیٹھ کر احقر نے سرسری ورق گردانی کی تو خلفاء کرام کی فہرست میں حضرت شاہ صاحبؒ کا نام میرے لیے تازہ انکشاف اور حیرت کا باعث تھا، دریافت کیا کہ یہ درست ہے؟ فرمایا کہ ہاں میرا تعلق حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد ان ہی سے ہے، جس پر تقریباً اب ۴۰ رسال سے زائد کا عرصہ گزر گیا۔ اب تمام ملاقاتوں، شاہ صاحب کی بے قراریوں، و بے چینیوں کے مناظر میری آنکھوں میں گھوم گئے۔

جدہ سے آنے والے ٹیلی فون نے صرف حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی وفات حسرتِ آیات ہی کی خبر نہیں دی، بلکہ اس کے پس منظر میں مملکت خداداد پاکستان میں تصوف وسلوک، احسان و احسانی مراکز میں ویرانی، خانقاہوں میں مہیب و مدہش سناٹے کی اطلاع بھی تھی۔

حضرت مرحوم نے الحمد للہ عمر طویل پائی اور یہ پورا وقت مخلوق کی خدمت اور ہدایت میں صرف ہوا، امیر ختم نبوت کے عہدہ کو وقار بخشا، اور اس پلیٹ فارم سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے عقائد، ایمان و یقین کے تحفظ کے لیے گراں قیمت خدمات انجام دیں، جگہ جگہ اس موضوع پر کانفرنسیں، جلسے منعقد کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو ان ناپاک سازشوں سے آگاہ و ہوشیار کیا، مفید علمی اور معلوماتی لٹریچر اس موضوع پر تیار کرا کر شائع کرایا۔ حق تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

باب افتراق هذه الامة

اس امت کے فرقوں میں تقسیم ہونے کا بیان

حضرت مولانا عبداللطیف المدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

حدیث: حدثنا الحسین بن حریث ابو عمارنا الفضل بن موسی عن محمد بن عمر و عن ابی سلمة عن ابی هریرة

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال تفرقت الیهود علی احدی وسبعین فرقة اوثنتین وسبعین فرقة والنصارٰی مثل ذٰلک و تفترق اُمتی علٰی ثلاث وسبعین فرقة

وفی الباب عن سعید و عبدالله بن عمرو و عوف بن مالک حدیث ابی هریرة(حدیث حسن صحیح.)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے اور نصارٰی بھی اس طرح تقسیم ہوگئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔

حدیث: حدثنا محمود بن غیلان نا ابو داوٗد الحفری عن سفیان عن عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی عن عبداللّٰه بن یزید عن عبداللّٰه بن عمرٍ و قال

قال رسولُ اللّٰه ﷺ لیاتین علی اُمتی ما اَتٰی علٰی بنی اسرائیل حذُوالنعل بالنعل حتّٰی ان کان منهم من اَتٰی اُمة علانیة لکان فی اُمتی من یصنع ذٰلک وان بنی اسرائیل تنزقت علٰی ثنتین وسبعین ملة وتفترق اُمّتی علٰی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار اِلا ملة واحدة قالوا ومن هی یا رسول اللّٰه قال ما انا علیه وأصحابی

هٰذا حدیث حسن غریب مُفسر لا نعرفهٗ مثل هٰذا اِلّا مِن هٰذا الوجه.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری اُمت پر(ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا،اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی) جیسا

کہ دونوں جوتے بالکل برابر اور ٹھیک ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری اُمت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور وہ تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جنتی فرقہ کونسا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہوں گے۔

تشریح: بنی اسرائیل اور اس امت کی مماثلت کو جوتوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے لوگ اپنے زمانے میں بداعمالیوں میں مبتلا تھے اسی طرح ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جب اس امت کے لوگ بھی بالکل بنی اسرائیل کی طرح ہو جائیں گے اور ان کے عقائد و اعمال میں ان سے بالکل مطابقت ہو جائے گی۔

یہاں ماں سے حقیقی ماں مراد نہیں ہے بلکہ باپ کی بیوی یعنی سوتیلی ماں مراد ہے۔ اس لیے کہ حقیقی ماں سے اس قسم کا معاملہ بالکل بعید ہے کیونکہ اس میں شرعی رُکاوٹ کے ساتھ طبعی رُکاوٹ بھی ہوتی ہے۔

اسی طرح ''امتی'' سے مراد اہلِ قبلہ ہیں یعنی جو مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ اس شکل میں ''کلھم فی النار'' یعنی وہ تمام فرقے دوزخی ہوں گے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ سب اپنے غلط عقائد اور بد اعمالیوں کی بناء پر دوزخ میں داخل کیے جائیں گے، لہٰذا جس کے عقائد و اعمال اس حد تک خراب نہ ہوں گے کہ وہ دائرہ کفر میں آتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ اپنی مدت سزا کے بعد دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔

بعض علماء نے ان مذکورہ ۷۲ فرقوں کی تفصیل فرمائی ہے جو بڑی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، البتہ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ جنتی گروہ کونسا ہے؟

تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما أنا علیہ واصحابی۔ یعنی وہ جماعت اور گروہ جنتی ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرامؓ کی جماعت کے طریق پر گامزن ہے۔

الحمدللہ ہم اہلِ سنت والجماعت سنت نبویؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریق پر رواں دواں ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت نام رکھنے کی وجہ:

اہلِ سنت والجماعت یعنی جو سنتِ نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کی جماعت کے پیرو۔ یہ نام حدیث کے جملے "ما انا علیه و اصحابی" سے مأخوذ ہے، بلکہ بعینہٖ اس کا ترجمہ ہے۔ صحابہ کرامؓ بلاشبہ اہلِ حق ہیں بلکہ حق وصداقت کے معیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ عطا کر دیا اور اہلِ سنت والجماعت صحابہ کرامؓ کے طریق کو اپنائے ہوئے ہیں۔

اس لیے یہی صحیح اہلِ حق کی جماعت ہے۔ اہلِ سنت صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر اب تلک پوری دُنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور کتابُ اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ دینِ اسلام جو ہم تک پہنچا ہے وہ نقل کے ساتھ پہنچا ہے۔ اس میں محض عقل کافی نہیں ہے۔ لہٰذا تواتر اخبار اور احادیث وآثار میں تلاش وجستجو اور تنقیح کے بعد یہ بات یقینی ہوگئی ہے کہ صحابہ کرام اور تابعینِ عظام اسی مسلک واعتقاد پر تھے۔ دوسرے باطل فرقے سب بعد کی پیداوار ہیں۔

نہ تو صحابہؓ اُن باطل فرقوں کے مسلک کے پابند تھے اور نہ دیگر نیک وصالح لوگ ان فرقوں کے ساتھ تھے۔ اگر صحابہ اور تابعین کے زمانوں میں ان میں سے بعض باطل فرقے پیدا ہوئے تو ان لوگوں نے ان سے انتہائی نفرت وبیزاری کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ ایسے غلط عقائد ومسلک کے لوگوں سے ان حضرات نے تمام تعلق وروابط منقطع کر ڈالے۔

نیز ائمہ اربعہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ، صحاحِ ستہ کے حضرات مصنفین، دیگر محدثین، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین تمام کے تمام اہلِ سنت والجماعت کے عقائد ومسلک کے پابند تھے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر اہلِ سنت والجماعت کا مسلک حق نہ ہوتا اور ان کے عقیدے صحیح نہ ہوتے تو کروڑ ہا کروڑ لوگ اس مسلک حق کے پابند نہ ہوتے، جن میں صحابہؓ بھی تھے اور تابعین بھی، بڑے بڑے اولیاء اللہ بھی تھے اور علمائے محدثین بھی، عقلاء ودانش مند بھی تھے اور عوام بھی۔

(۲) قرآنِ کریم اللہ کی عظیم نعمت ہے اور وہ اہلِ سنت ہی کے حصہ میں ہے، یعنی قرآن کریم کے

ہر زمانے میں بے شمار حفاظ ہوئے ہیں اور وہ سب اہلِ سنت ہیں اور آج ہمارے زمانے میں بھی لاکھوں، کروڑوں بچے، بچیاں، جوان اور بوڑھے حفظِ قرآن کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اور اہلِ باطل کی قسمت میں اس عظیم نعمت سے محرومی لکھی ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ لاکھوں میں کوئی ایک نکل آئے تو وہ نادر ہے اور نادر نہ ہونے کی مانند ہوتا ہے۔ یہ اہلِ سنت کی حقانیت کی بڑی دلیل ہے۔

(۳) اسلامی شعائر مثلاً جمعہ، جماعت عیدین وغیرہ علی الاعلان اور کھلے بندوں صرف اہلِ سنت ہی بجالاتے ہیں۔

(۴) مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جو دینِ اسلام کا مبتداء اور مرکز ہیں اور وہاں کے باشندے اپنی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے ضرب المثل ہیں، وہاں کے لوگ بھی اسی مسلک کے پابند ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کے برحق ہونے کے یہ نمونے کے طور پر چند دلائل ہیں جو اہلِ سنت والجماعت کے حقانیت پر شاہد عدل ہیں۔ اگر نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض سے الگ ہٹ کر تلاشِ حق کے حقیقی جذبہ سے اہلِ حق کی اس جماعت کے عقائد کو دیکھا جائے تو ان کی حقانیت عیاں ہو جائے گی، ورنہ بقولِ شاعر ؎

ہشیار کو اک حرفِ نصیحت ہے کافی   ناداں کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

حدیث: حدثنا الحسن بن عرفة نا اسمٰعيل ابن عياش عن يحيٰى بن ابى عمرو الشيبانى عن عبدالله بن الديلمى قال سمعت عبدالله بن عمرو يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله تبارک وتعالىٰ خلق خلقه فى ظلمة فالقىٰ عليهم من نوره فمن اصابه من ذٰلک النور اهتدىٰ ومن اخطاه ضل فلذلک اقول جف القلم علىٰ علم الله هٰذا حديث حسن.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا، پھر اس پر اپنے نور سے کچھ چمکارا ڈالا، پس جس کسی کو اس نور

سے کوئی حصہ پہنچ گیا، وہ ہدایت پا گیا اور جس کسی کو نہ پہنچا وہ گمراہ رہا، پس اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو گیا ہے۔

تشریح: اس فرمان اور دوسری احادیث وآیات میں نور سے مراد ہدایت ہے، ان کی بے کار تاویلیں کر کے مخلوق میں سے کسی کو بشریت سے علیحدہ کر کے نور مجسم ثابت کرنا قرآنِ پاک کی متعدد آیات اور بدیہات کا انکار ہے۔

حدیث: حدثنا محمود بن غیلان نا ابو احمد نا سفیان عن ابی اسحاق عن عمر و بن میمون عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اتدری ما حق اللّٰہِ علی العباد فقلت اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فان حقہ علیھم ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہٖ شیئا قال افتدری ما حقھم علی اللّٰہ اذا فعلوا ذٰلک قلت اللّٰہ ورسولہ اعلم قال ان لا یعذبھم ھٰذا حدیث حسن صحیح وقدوری من غیر وجہ عن معاذ بن جبل.

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! جانتے ہو بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور جانتے ہو کہ اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے جب وہ ایسا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو یکتا و یگانہ مان لیا اس کی الوہیت وربوبیت اور اس کے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لے آیا، اللہ کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا تو اس پر اللہ کا عذاب نہ ہوگا، یعنی مشرکین و کفار کی طرح اس پر ہمیشہ کے لیے عذاب مسلّط نہیں کیا جائے گا، اور اگر وہ گنہگار ہو گا تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

بہر حال اس سے اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لانے کی اہمیت واضح طور پر معلوم ہوگئی۔

حدیث: حدثنا محمود بن غیلان نا ابو داود انبأنا شعبة عن حبیب بن ابی ثابت و عبدالعزیز بن رفیع والاعمش کلھم سمعوا زید بن وھب عن ابی ذر ان رسول اللّٰہ ﷺ قال اتانی جبرئیل فبشرنی انه من مات لا یشرک باللّٰہ شیئا دخل الجنة قلت وان زنٰی وان سرق قال نعم ھٰذا حدیث حسن صحیح وفی الباب عن ابی الدرداءِ.

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے اس بات کی خوشخبری دی کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا کرے اور اگرچہ وہ چوری کرے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔

تشریح: بلاشبہ اللہ کی ذات بے نیاز ہے، اس کی رحمت بے حد و بے حساب ہے۔ اس کے فضل و کرم سے یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل کر دے جو بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا، مگر مرتے وقت اس کا دل ایمان و یقین کی روشنی سے منور تھا۔

تاہم محدثین نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس کی مغفرت و بخشش اس کے ایمان کی بناء پر تو ہر حال میں ہوگی، یعنی اس کو دائمی و ابدی نجات سے سرفراز کیا جائے گا، مگر دنیا میں اس نے جو گناہوں اور بداعمالیوں کا ارتکاب کیا ہوگا پہلے اس کی سزا بھگتنی ہوگی۔

ہاں جب آخر میں اس نے ندامت و شرمندگی اور خلوصِ دل سے توبہ کرلی اور مرتے وقت اس کا دل ایمان و یقین کے نور سے منور ہو گیا، سچائی اور اخلاق کے ساتھ اس کے دل کی دنیا میں اک دم انقلاب آگیا اور ندامت و شرمندگی کے آنسو بہا دیئے تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت سے اپنے فضل و احسان کے سایہ میں لے کر اس کو ابدی نجات سے سرفراز فرماویں۔ بے شک اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

اے اللہ! اے ارحم الراحمین! مجھ ناچیز کو اور میرے والدین، اہل و عیال، اساتذہ کرام اور مخلص احباب کو اپنی بے انتہا رحمت سے وافر حصہ عطا کر، دائمی سعادت سے ہمکنار فرماویں، آمین یا رب العالمین۔

سوچتا ہوں کہ اسی قوم کے وارث ہم ہیں

اوریا مقبول جان

بستیوں کی بستیاں اس بات پر شاہد ہیں کہ کھنڈر بنا دی گئیں، غرق کر دی گئیں، تیز آندھیوں کی لپیٹ میں ایسے آئیں کہ جہاں تھا ساکت و جامد ہو کر رہ گیا۔ پہاڑوں میں تراشے ہوئے محل آثارِ قدیمہ کے ماہرین کے لئے مقامِ عبرت بنا دیئے گئے۔

کھدائیاں کرتے، نشان ڈھونڈتے اور توجیہات تلاش کرتے رہے کہ اتنے عظیم الشان مضبوط محل کہ نہ تو زلزلہ آیا، نہ سیلاب، پھر بھی بے آباد ہو گئے، اپنے ہی بنانے والے مکینوں کی موت کا سامان بن گئے۔

کیا کسی نے سوچا کہ ان کھنڈر ہوئی بستیوں اور عبرت کا نشان آبادیوں میں کیا قدر مشترک تھی کہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

پوری بستی میں اللہ کا ایک بندہ یہ اعلان کرتا پھرتا تھا کہ دیکھو یہ حق اور سچ ہے۔ ناپ تول میں بددیانتی مت کرو۔ یہ دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اللہ نے تمہیں عدل کا حکم دیا ہے۔ انصاف سے کام لو۔ لیکن اس ایک شخص کی آواز کے مقابلے میں جس چیز نے اللہ کے غیظ و غضب کو پکارا، وہ تھا سچ اور حق کے مقابلے میں عوام کی ''عدالتِ عالیہ'' کا فیصلہ۔

اکثریت نے کہا یہ تم نے کیا دیانت داری کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اصول کی بات کرتے ہو۔ اصل فیصلہ تو وہ ہے جو ہم عوام کرتے ہیں۔ ہماری اکثریت جو کہتی ہے وہی درست ہے اور وہی حقیقت ہے۔

اس کے بعد کی کہانی اس قدر دردناک ہے کہ سیدّ الانبیاء ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ان علاقوں سے گذرے تو وہاں سے تیزی سے بھاگ نکلنے کا حکم دیا۔ وہاں کے چشموں سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

کہ اللہ کے بنائے ہوئے اصولوں کے مقابلے میں عوام کی اکثریت یا عوام کی عدالت کے فیصلے پر میرے رب اس قدر ناراض تھا کہ صدیاں گذر جانے کے بعد بھی وہاں رکنے یا وہاں چشموں سے پانی پینے یا جانوروں کو پانی پلانے پر بھی اس کی ناراضگی کا خطرہ تھا۔

جب سے ''عدالت عالیہ'' کا یہ عظیم فیصلہ آیا ہے کہ دھوکہ، فراڈ یا جھوٹ جو میرے رب کے نزدیک عظیم ترین گناہوں میں سے ہیں، ہم اسے مسترد کرتے ہیں اور اسے اپنا رہنما اور قائد منتخب کرتے ہیں جو اس گناہ عظیم کا مرتکب ہے تو میرا دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہا ہے۔

وہ چند گھنٹے جو اس عوام کی عدالت عالیہ کے فیصلوں کی ترسیل میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر میں نے گذارے، بس ایک حالتِ دعا میں گذارے کہ اے میرے اللہ اس قوم کو ایسا فیصلہ کرنے کی توفیق مت دینا جو تیرے غضب کو دعوت دیتا ہو۔

مجھے کسی کے جیتنے اور کسی کے ہارنے میں دلچسپی نہیں تھی۔ میرا دکھ، میرا کرب اور میرا المیہ ہی کچھ اور تھا۔ مجھے سید الانبیاء ﷺ کی وہ احادیث بار بار یاد آ رہی تھیں اور مجھے آنے والے دنوں کی خوف نے تھرتھرایا ہوتھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی، اور آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ بیٹھ گئے اور فرمایا، سنو! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔ پس آپ ﷺ برابر یہ بات دھراتے رہے ۔ یہاں تک کہ ہم نے کہا، کاش آپ خاموشی اختیار کرلیں (بخاری ومسلم)۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، چار خصلتیں ہیں، جس میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اُسے چھوڑ دے۔ وہ خصلتیں ہیں، جب اُس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑے تو جھگڑے، جھوٹی قسمیں اور بدزبانی کرے۔

(بخاری ومسلم)۔

جھوٹ کے بارے میں یہاں تک فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ

کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے (ترمذی)۔

دفتر کے دفتر ایسی حدیثوں اور ارشاداتِ ربانی سے بھرے پڑے ہیں جس میں جھوٹوں پر لعنت اور دردناک عذاب کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے جھوٹ، دھوکہ دہی یا فراڈ کی حمایت کی ہب۔

دنیا کے ڈیڑھ سو سے زیادہ ممالک میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کے آئین یا قانون میں لکھا گیا ہو کہ جس شخص پر جھوٹ، فراڈ یا دھوکہ دہی ثابت ہو جائے وہ معاشرے میں قابلِ احترام ہے۔ اس کی عزت کی جائے کیونکہ اسے عوام کی اکثریت یا عوام کی ''عدالتِ عالیہ'' نے عزت بخشی ہے۔

جن قوموں پر آج اللہ کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے اگر چہ کہ وہ کفر پر قائم ہیں، ان میں اگر کسی عام شخص کو آپ شرابی، زانی، جواری یا کچھ اور لقب دے دیں تو وہ اس الزام کی ہزار توجیہات آپ کو بتا دے گا۔

لیکن اگر آپ اسے شرابی، زانی، فراڈیا یا دھوکہ دینے والا کہیں تو وہ آپ کے گریبان کو پکڑ لے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے حکمرانوں بلکہ اعلیٰ ترین منصب پر فائز افراد کو صرف جھوٹ یا فراڈ کے جرم پر ذلیل و رسوا کر کے تخت سے اتار دیا۔

رچرڈ نکسن وہ صدر تھا جس نے امریکہ کو ویت نام کی دلدل سے نکالا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اپوزیشن پارٹی کے ہیڈ کوارٹر واٹر گیٹ میں گفتگو ٹیپ کرنے کے آلات لگائے تھے۔ جب انہوں نے نکسن کو بتایا تو اس نے ان سے کہا، یہ تم نے غلط کیا ہے اب چپ ہو جاؤ اور کسی کو مت بتانا۔

اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا بلکہ سچ کو چھپایا تھا۔ اس کے اس جرم پر اسے صدارت سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکلنا پڑا۔

لیکن یہاں تو جھوٹ بولا نہیں بلکہ اس کی تصدیق میں اسناد اور ڈگریاں پیش کی گئی تھیں۔ دنیا کی ہر عدالت انہیں بری کر دیتی۔ ہر سیاسی پارٹی اسے آمریت کے بنائے ہوئے قوانین کا شاخسانہ قرار دے دیتی، مجھے کوئی دکھ نہ ہوتا۔

لیکن جب عوام کی اکثریت نے میرے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کے خلاف اپنی ''عدالت عالیہ'' میں فیصلہ سنا دیا تو میں خوف سے کانپ اٹھا۔ کونسا ایسا صاحبِ نظر تھا جس سے میں

نے اللہ سے معافی کی درخواست نہ کی ہو لیکن سب تھے کہ خود خوف سے تھر تھرا رہے تھے۔

کیا دنیا کے کسی بھی ملک میں اس بات پر ریفرنڈم کرایا جاسکتا ہے کہ فراڈ صحیح ہے، دھوکہ دہی درست ہے، جھوٹ بولنا اعلیٰ اخلاق ہے۔

شاید ایک ملک بھی ایسا نہیں کہ جہاں کوئی منہ پھاڑ کر یہ دعویٰ کرے کہ آؤ عوام کی عدالت سے پوچھتے ہیں کہ فراڈ اور دھوکہ دہی ٹھیک ہے یا غلط۔

آپ کو افریقہ کے بدحال اور خستہ حال ممالک میں بھی کوئی نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ فراڈ اور دھوکہ دہی ٹھیک ہے یا غلط۔

لیکن شاید ہو وہ بدقسمت قوم ہیں جو ڈنکے کی چوٹ سے کہتے پھرتے ہیں کہ دیکھو ''عوام کی عدالت'' نے تمہارے اصول، اخلاقی اقدار، سچ اور حق کو تمہارے منہ پر دے مارا۔

تم مٹھی بھر سچ کی بات کرنے والوں کو جمہوریت کی طاقت کا قلم نہیں۔ لیکن شاید اس سارے کھیل میں کسی کو خبر نہیں کہ اس عوامی طاقت نے ایک ایسی طاقت کو غضب ناک کر لیا ہے جو فرماتا ہے ''اور تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے''۔

شورش کاشمیری نے ایک زمانے میں اسی عوام کی عدالتِ عالیہ کے فیصلوں کے بارے میں لکھا تھا:

سوچتا ہوں کہ اُسی قوم کے وارث ہم ہیں
جس نے اولادِ پیمبر کا تماشا دیکھا
اُمِ کلثوم کے چہرے پر طمانچے مارے
اور لختِ دلِ حیدر کو تڑپتا دیکھا
پھاڑ کر گنبد خضریٰ کے مکیں کا پرچم
عرش سے فرش تلک حشر کا نقشہ دیکھا

والدین حقیقی مجسمہ محبت وشفقت

(ابو راشیل کوئٹہ)

اللہ رب العزت اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں (وبالوالدین احسانا) اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ معزز قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر نہیں بلکہ بہت سارے مقامات پر والدین کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے ذکر کے ساتھ والدین کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ ہر ذی روح کو اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ حصوصا ماں سے زیادہ محبت کرنے والا کوئی ہستی نہیں بچہ پیدا ہوتے ہیں تو کتنی تکلیف سہتی ہے۔ باوجود ان تمام تکالیف کے اللہ تعالیٰ نے ماں کی مقدس وجود میں ایسا رحم بھر دیا اپنے سے زیادہ بچے کو چاہتی ہے۔ جب بچہ روتا ہے ماں باپ پریشان ہوتا ہے۔ کہیں بچے کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ اگر بچے کا بستر گیلا ہو گیا ہو تو ماں خود گیلی جگہ پر سوتی ہے اور بچے کو اپنی جگہ سلاتی ہے۔ تاکہ وہ آرام وسکون سے سوئیں۔ اگر خدانخواستہ بچہ بیمار ہو جائے تو بچارے ماں باپ ساری ساری رات سو نہیں سکتیں نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ اور اگر بچہ خوش ہو تو ماں باپ بھی خوش ہو جاتے ہیں جب وہ تھوڑا بڑا ہو جاتا ہے تو ماں باپ بچے کی ہر خواہش کو پورا کرنے کے کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ کہیں میرا بچہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو جائے باپ اپنی جوانی کو بچے کی خاطر ان کو پالنے کے لئے ختم کر ڈالتا ہے۔ اور ان کے دل میں ایک خواہش ہوتی ہے کہ ذہن میں ایک سوچ ہوتا ہے کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر جس طرح میں انکا خیال رکھتا ہوں یہ ہمارا بھی خیال رکھے گا

مگر آج کل کے معاشرے میں وہی باپ جس نے اپنی جوانی خرچ کیا جس بچے کو پال کر بڑا کیا۔ وہ ماں جس نے ان کی دیکھ بال میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ وہی بچہ اپنے باپ کو باپ کہتے ہوئے شرماتا ہے اس بیٹے کی دل میں اپنے باپ کی وہ عزت نہیں ہوتی جو اس کی ایک دوست کے لئے ہوتا ہے۔

اے نادان نوجوان! یہ تمہارا دوست جسے تم اپنے باپ پر فوقیت دیتا ہے اگر تیرے پاس دولت ومال ختم ہو جائے یا تو کسی مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے یا تجھ پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ تجھ سے

جان چھڑا کر بھاگ جائے گا۔مگر تیرا باپ تجھ سے ناراض بھی ہو تب بھی جب تجھ کو مصیبت یا پریشانی میں دیکھے گا۔تو

ساری ناراضگیاں بھول کر تجھے گلے لگا کر کہے گا میرا بیٹا تیرے باپ کے ہوتے ہوئے تجھے کیا غم ہے میں تیرا

باپ زندہ ہوں۔وہ شفیق باپ تجھ کو تسلی بھی دے گا

خبردار......اے نوجوانو! یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔اگر ہم اپنے ماں باپ سے برا سلوک کرو گے تو خدا کی قسم اپنے بچے بھی ہم سے وہی سلوک کریں گے۔کہ ایک نوجوان نے جب اس کا باپ کو کندھے پر اٹھایا اور جنگل کی طرف لے گیا ایک جگہ پہنچ کر اپنے بوڑھے والد کو کندھے سے اتارا اس سے پہلے کہ نوجوان کچھ کاروائی کرتا بوڑھے والد نے کہا کہ سامنے درخت کے تلے زمین کھودلو جب بچے نے وہ جگہ کھودا تو زمین سے کچھ بوسیدہ ہڈیاں ملیں تو اس نوجوان کے بوڑھے باپ نے کہا بیٹا یہ میرے باپ کی لاش ہے جسے میں نے اس طرح لا کر دفن کیا تھا جس طرح تو نے مجھے لایا مجھے تجھ سے کوئی شکایت نہیں یہ سن کر نوجوان کے آنکھوں میں آنسو آئے اور اپنے باپ کو کندے پر بٹھا کر واپس لایا واہ! کیا بات ہے دین اسلام کی......اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے ذکر کے ساتھ ماں باپ کا ذکر کیا اور حکم دیا کہ خبردار......جب تمہارے والدین بوڑھے ہو جائیں اور تم کو کچھ بھی کہیں تم ان کو اف تک نہ کہو۔میرے دوستو! ہمیں اس بات پر فخر ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر کتنا کرم کیا کہ ہمیں محمد عربی ﷺ کا امتی بنا دیا ایک مکمل دین عطا فرمایا ہم اس قوم میں یا امت میں سے نہیں ہے جو اپنے بوڑھے ماں باپ کو(old man gty) میں پھینک دیتے ہیں بلکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ سکھایا کہ جب تمہارے ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو وہ اور بھی محبت کے حقدار ہیں تمہارے اوپر ان کے خدمت کرنے کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے جب ہم اپنے والدین کو ناراض کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو جائے تو پھر ہمارے لئے دونوں جہانوں میں ذلت ورسوائی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا تو ہمیں آخرت کی خیر منانی چاہیے۔میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام امت محمدیہ ﷺ کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین ثم آمین)

قادیانی گروہ کی لندن بسوں پر اشتہاری مہم

سہیل باوا لندن

قادیانیوں نے پورے برطانیہ اور پوری دنیا میں خود کو مسلمان کہلوانے کے علاوہ قادیانیت کو فروغ دینے کے لئے ایک بار پھر اپنی تبلیغی سرگرمیاں اچانک تیز کر دی ہیں، قابل ذکر بات یہ ہے کہ برطانیہ میں قادیانی گروہ نے بسوں پر اشتہاری مہم اور گھر گھر خطوط اور دعوتی پیغامات کا سلسلہ شروع کیا، بعض بے روزگار اور حالات کے ستائے ہوئے پاکستانی نوجوان طلبہ قادیانیوں کے لئے لقمہ تر ہیں۔

قادیانی پریشان حال نوجوانوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب بھی موقع ملتا ہے تو ان کو انتہائی چالاکی کے ساتھ اپنے دام میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قادیانی گروہ کے نام نہاد خلیفہ کے اعلان کے مطابق کی مسلمانوں کو پوری دنیا میں قادیانی بنانے کی اس سال سب سے بڑی مہم ہے۔ اس وقت برطانیہ میں قادیانی اشتہاری مہم کو کامیاب کرانے میں ختم نبوت کے باغی اور قادیانیوں کی کمر کو مضبوط کرنے والی بدنام زمانہ مشروب ساز فیکٹری شیزان قادیانی نبوت کا اقتصادی یونٹ اور دیگر مصنوعات پیش پیش ہے۔

یہ کمپنیاں کم قیمت میں اپنی مصنوعات بیچ کر جھوٹی نبوت کی گاڑی کیلئے پیٹرول فراہم کرتی ہیں، شہر کراچی بھی پچھلے دو سال سے قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا ہے اور قادیانیوں کی یہ نئی حکمت عملی سامنے آئی ہے۔

کہ قادیانی گروہ کی خواتین تنظیم لجنہ اماء اللہ کی صدر کراچی امۃ الباری ناصر، ثمینا منصور Saddar-e-sector، SaddarNorth karachi 11 and 10 کی رخسانہ ظہیر, فرحت Secratry Chanda Membary خواتین میں کام کو وسعت دینے کے لئے شہر بھر میں نہایت فعال کردار ادا کر رہی ہیں۔

آپ کو کچھ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مسئلہ کی نوعیت کیا ہے اور معاملات کہا تک پہنچ چکے

ہیں؟ پیشتر حضرات یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں توان باتوں کا علم ہی نہیں لیکن ان حضرات کا نہ جاننا بھی ہماری ذمہ داری ہے؟ کیا یہ بھی ہمارا قصور ہے؟ قابل افسوس امر تو یہ ہے کہ اب بھی پاکستان میں رہتے ہوئے وہ ان امور سے واقف نہیں ہیں۔

میرا ان سے التماس ہے کہ خدا کے لئے آنکھیں کھولئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کیجیے۔ راقم نے جب اپنے پچھلے کالم میں کرچی میں قادیانیوں کی غیر آئینی سرگرمیوں کی نشاندھی کی تو فون آنے لگے موصوف اپنے آپ کو پاکستان کی کسی ایجنسی سے وابستہ بتاتے ہیں، آئندہ بھی ہم حکومت کو یاددہانی کرواتے رہیں گے۔ ہوسکتا ہے ارباب حکومت اپنی ایجنسیوں سے بے خبر ہوں۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان ایجنسیوں کو لگام ڈالے، ہماری تحریک ختم نبوت کم وپیش ایک صدی سے جاری ہے۔

پاکستان میں کئی حکومتیں آئی اور چلی گئیں الحمداللہ ہماری تحریک رواں دواں ہے۔ قادیانیوں کی موجودہ شرانگیزی میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے مگر تحفظ ختم نبوت کا دم بھرنے والے ہمارے علماء کرام ہاتھ پر ہاتھ رکھے کسی معجزہ کے منتظر ہیں۔ معلوم نہیں ہماری غیرت و حمیت کب جاگے گی؟ نبی آخر الزماں رسول اللہ ﷺ پر مرمٹنے کا دعویٰ کرکے سیاست کی روٹی سیکنے والے عشاق رسول ﷺ کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے، ان کی بولتی بند ہے۔ ان عاشقان کی بے حسی کا یہی حشر رہا تو رحمت اللعالمین ﷺ اور اسلام و پاکستان کے بدترین دشمن قادیانی اپنے زہریلے تیر سے ہمارے جسم و روح کو چھلنی کرتے رہیں گے اور اس اہم فریضہ سے ہماری عدم توجہی و بے اعتنائی پر زمانہ ہنسے گا۔

ایک دور تھا عقیدہ تحفظ ختم نبوت کا کام کرنے والی جماعتیں کم تھی لیکن ان حضرات نے اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا، ختم نبوت کا عقیدہ رکھنا الگ بات اور ذمہ داری الگ بات ہے، عقیدہ پر ہم قائم ہیں، لیکن ذمہ داری کے ضمن میں ہم اپنا کردار خوش اسلوبی سے ادا نہیں کررہے ہیں۔

راقم قادیانیوں کی ایک اور گستاخی اور شرانگیزی کا پردہ فاش کرنے سے قبل قارئین کو بتادیں کہ امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی تربیت

یافتہ جماعت جن کو اصحاب رسول ﷺ کے مقدس اور محترم لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس کائنات میں انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے معزز و مکرم ہیں، اس مقام و مرتبہ تک نہ کوئی پہنچ سکا ہے اور نہ ہی کوئی پہنچ سکتا ہے۔

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بعد آنے والے تمام ہی (طبقوں) سے افضل ہیں۔'' ان اصحاب رسول اللہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درجہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ خود اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''اس امت میں نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں۔''

آنحضرت ﷺ کے مرض وفات سے متعلق یہ روایت کافی مشہور ہے کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: یارسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو بہت غمزدہ ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں تک آواز نہیں پہنچ سکے گی یا لوگ ان کی آواز نہ سن سکیں گے۔ حضور ﷺ نے دوسری بار بھی یہی حکم دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور کہنے لگیں کہ تم ذرا حضور ﷺ سے کہو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو بہت غمزدہ ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگ ان کی آواز نہ سن سکیں گے اس لیے آپ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے تو ٹھیک تھا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوراً حضور ﷺ کے پاس آئیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تجویز کو دوہرایا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا تم سب کی سب یوسف کی ساتھی ہو (برادران یوسف علیہ السلام) پھر تیسری مرتبہ فرمایا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے ''ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر یا مقابل کسی اور کو نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد دیگر صحابہ کرام۔ یہی عقیدہ امت مسلمہ کا ہے۔

مگر قادیانیوں کی جرأت دیکھیں کہ اُنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کو صحابہ لکھنا شروع کردیا ہے۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کی سالانہ تقریب سے متعلق جو اشتہار شائع ہوا ہے اس کو بطور نمونہ

دیکھا جاسکتا ہے۔

یہ اشتہار 27، 26اور 28 دسمبر 2009ء کو قادیان میں ہونے والے پروگرام کی تفصیل پر مشتمل ہے۔ پروگرام کی فہرست 8/ پر یہ عبارت تحریر ہے۔

''سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وسیدنا حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ''

قادیانیوں کی اس ذلیل ترین حرکت پر کسی بھی اہل ایمان کا خون کھول اُٹھے گا۔ مرزائیوں کے باطل عقیدہ سے عامۃ المسلمین کو باخبر نہ کرنا اور اسے یوں ہی نظر انداز کر دینا اپنی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ حکیم نورالدین کا نام لکھ کر قادیانیوں نے جو پیغام دیا ہے اس پر تمام امت مسلمہ کے علماء ودانشوران کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات جن باتوں کو ہم مصلحت سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں وہ باتیں کبھی کبھی خطرناک مسئلہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام ومرتبہ ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود نبی کریم ا کا ارشاد ہے:

جو میرے صحابہ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرے اور یہ ایمان والوں کے لئے ممکن نہیں کہ ان سے محبت نہ کرے۔''

قادیانی اپنے باطل عقیدہ کے تحت اپنے دین و مذہب کا نام الگ رکھ لیں اور دیگر مذاہب کی طرح اس گمراہ کن مذہب (فتنہ قادیانی) کی تشہیر کریں تو کسی کو بھی اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا مگر اسلامی اصطلاحات کا استعمال قادیانیت کی تبلیغ کے لئے ہو یہ قطعی ناقابل برداشت ہے۔

چونکہ قادیانی پاکستان اور مسلم امہ دونوں کے غدار ہیں اس لئے ہم مرزائیوں کی اسلام اور انسانیت مخالف سرگرمیوں کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انشاءاللہ العزیز

کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں فلسفۂ قدیم اور سائنسی نظریات کی تردید اور اسلامی نظریۂ تخلیق کا اثبات و احقاق

قسط 1

(یعنی) قبل المسیح پانچ سو سے لے کر بیسویں صدی تک کائنات کے بارے میں مشہور فلسفیانہ و سائنسی نظریات کی مکمل تردید اور اسلامی نظریۂ تخلیق کائنات کا قرآن و حدیث اور صلحاء حق کے اقوال کی روشنی میں مدلل اثباتی بیان

حذیفہ وستانوی

اللہ رب العزت نے انسان کی ہدایت کے لئے بے شمار انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مختلف ادوار میں مختلف خطہائے ارض میں مبعوث کیا انبیاء کا مشن ہوتا تھا، اپنی قوم کو وحدانیت کی دعوت دینا اور اس دعوت کے لئے اللہ رب العزت زمانہ کے اعتبار سے معجزات عطا فرماتے رہے تا کہ وہ معجزات ان کی نبوت کی دلیل بن جائے جیسے حضرت موسی علیہ السلام کو جو معجزات دئے گئے وہ سحر سے ملتے جلتے تھے کیوں کہ ان کے عہد میں سحر اور جادوگری کا بول بالا تھا، اور فن جادوگری بام عروج کو پہنچی ہوئی تھی۔

ہر کس و ناکس اور خاص و عام جادوگرانہ کرتوتوں سے واقف تھا، اسی لیے فرعون کے سامنے جب موسی علیہ السلام نے لاٹھی ڈالی اور ازدہا بن گیا، اور اپنا مبارک ہاتھ چمکدار کر کے بتلایا تو اسی لمحہ اس نے کہا: ''اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ'' یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے چیلنج دے دیا کہ وہ جادوگروں کے ساتھ مبارزت اور مقابلہ آرائی کے لیے تیار ہے اور وقت متعین ہوا، جادوگر آئے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالی، اور ناظرین کی آنکھوں پر نظر بندی کردی، وَ سَحَرُوْا اَعْیُنَ النَّاسِ، لوگ چونک اٹھے ''وَاسْتَرْ ھَبُوْھُمْ''۔ قرآن کہتا ہے: ''وَجَاءُوْا بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ'' وہ بھاری بھرکم جادو لے کر آئے تھے، یعنی واقعتاً وہ اپنے فن کے ماہرین تھے، مگر سیدنا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی لاٹھی نے ان کا بنا بنایا کھیل ہڑپ کرلیا، تو جادوگروں کے سمجھ میں فوراً آ گیا کہ یہ جادو نہیں ہے۔

یہ تو واقعہ اور حقیقت ہے، اور وہ سب سربسجود ہو گئے، گویا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات جادو سے ملتے جلتے تھے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جادو تھے نہیں، جادو تو عام طور پر محض تخیل ہوتا ہے، مگر موسی علیہ السلام کے معجزات تخیل سے عاری سراپا حقیقت تھے، جوہری جوہر رامی سناش، اس لیے جادوگر سمجھ گئے کہ یہ تخیل نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کوایسے معجزات دئے گئے جوان کے زمانہ کے احوال سے ملتے جلتے تھے، آپ علیہ السلام کے زمانہ میں ”علم طب“ اورڈاکٹری عروج پرتھی، کیوں کہ ارسطو، بقراط سقراط ارسطاطالیس وغیرہ یونانی اطباء آپ علیہ السلام کی بعثت سے چندصدیاں پہلے گزرے تھے، جنہوں نے اس فن کوایجاد کیا تھا،توچندصدیوں میں ترقی کر کے وہ ترقی کی عظیم الشان منزلیں طے کر چکا تھا۔لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات دیئے گئے جوعلم طب سے مشابہت رکھتے تھے۔مثلاًکوڑی گنجے،اورنابینا، بیمار کوشفا حاصل ہوجانا، یہاں تک کہ مردہ کواللہ کے حکم سے زندہ کردیتے تھے،مٹی کے بنے ہوئے پرندوں کواللہ کے حکم سے پھونک کرحیات دیتے تھے،اوروہ پھڑپھڑانے لگتے تھے،اب ظاہرسی بات ہے کہ ڈاکٹر دوااورعلاج سے بیماری کو دورتوکرسکتا ہے مگر بہرحال مردہ کوزندہ کرنے کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا،تو آپؑ کے معجزات سے شفایابی کے ساتھ ساتھ جامدکوحیات اورمردہ کوزیست مل جاتی تھی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کومبعوث کیا تو دوچارنہیں اتنے معجزات عطا کئے گئے کہ **لاتعدولا تحصی** ،شماربھی ناممکن، جہاں بہت سارے معجزات عطاکیے، وہیں اللہ رب العزت نے قرآن وحدیث میں کہیں اشارۃً وکنایۃً، کہیں صراحۃً کائنات اورانسان کی تخلیق کے سربستہ رازوں کوبھی اجاگرکیا گیا، کیوں کہ اللہ کومعلوم تھا کہ دنیا میں ”علمی دھماکہ“ ہونے والا ہے، سائنسی تحقیقات ہونے والی ہے جس میں انسان اپنی محدود طاقت کے ذریعہ تخلیق کائنات اور تخلیق انسان وحیوان پر بحث کرنے والا ہے،لہٰذا کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ سب کچھ بیان کردیا ہے، جہاں پچھلے تقریباً تین سوسال سے سائنس داں تحقیق کے نام پر”الحاد“ اوربے دینی کوفروغ دیتے رہے۔

وہیں بیسویں اوراکیسویں صدی کے سائنس داں اپنی تحقیقات کے ذریعہ اس کے ابطال پرمجبورہیں، حالانکہ اللہ رب العزت توپہلے ہی ان چیزوں کاابطال فرماچکے تھےتو آئے ہم پہلے سائنس قدیم یعنی فلسفہ یونان کے نقطہ نظر سے کائنات اورانسان کی تخلیق پرپیش کی جانے والی اندھادُھندتحقیقاتِ مزعومہ کوپیش کرتے ہیں۔

سائنس قدیم اور تخلیق کائنات:

انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف الخلائق بنا کر پیدا کیا، اسے عقل وافر عطا کی جس کے بل بوتے پر وہ ہمیشہ ''حقائق اشیاء''، ''اصل اشیاء''، ''غیبیات اشیاء''، ''مراحل اشیاء'' ''مقاصد اشیاء''، منتہائے اشیاء'' وغیرہ کو جاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے، وہ صرف کسی چیز کو دیکھ کر یا کھا کر یا چکھ کر یا استعمال کر کے اسی پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ مذکورہ امور کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔

اور یہی دیگر تمام حیوانات کے مقابلہ میں اس کی ترقی اور بلندی کا راز ہے، اسی لیے ہر زمانہ میں انسان اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ آخر یہ حیرت انگیز رنگ بہ رنگی، دلچسپ، دلکش اضداد سے پر کائنات کی تخلیق کیسے ہوئی؟ پہلے کیا پیدا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کس نے پیدا کیا؟ کیوں پیدا کیا؟ کب تک رہے گا؟ کس چیز سے پیدا ہوا؟ ایسے بے شمار معموں کو حل کرنے کی جستجو ہمیشہ کی جاتی رہی۔ تو آیئے ہم فلسفہ کا معنی پہلے معلوم کرتے ہیں، اس لیے کہ اس طرح کی جستجو کرنے ہی کو کبھی فلسفہ اور کبھی سائنس کہا گیا، لہٰذا ہم فلسفہ کی تاریخ، اس کی وجہ تسمیہ، اس کے ادوار وغیرہ معلوم کرتے ہیں، پھر سائنس، اس کی تعریف، تاریخ اور ادوار کو معلوم کریں گیں تاکہ تخلیق کے بارے میں غلط اور صحیح کے درمیان امتیاز ہو سکے، اس لیے کہ فلسفہ اور سائنس ہی کے نام پر دنیا میں گمراہیاں زیادہ پھیلائی گئیں۔

فلسفہ کی تعریف:

موجودات واقعیہ کے احوال واقعیہ کو حسب طاقتِ بشری جاننا۔ یعنی انسان اپنی استطاعت کے بقدر جو اشیاء موجود ہے اس کے احوال اسباب حقائق اور علتوں کو معلوم کرے، کہ یہ کیا ہے؟ اس کے اس طرح ہونے کا سبب کیا ہے؟ اور کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ وغیرہ۔

فلسفہ کی تاریخ:

ویسے تو انسان جب سے پیدا کیا گیا ہے اسی وقت سے حقائق اشیاء کی ٹوہ اور جستجو میں معروف رہے؛ اسی لیے کہ امام شہرستانی کے بیان کے مطابق آدم علیہ السلام کو اللہ نے سب سے پہلے علم عطا کیا اور وہ بھی ''علم وحی''، ''اسماء کلھا'' چوں کہ انسان ابتدائی مرحلہ میں تھا، لہٰذا آدم علیہ السلام کو ''عِلمُ الاَسماءِ'' عطا کیا گیا، نوح علیہ السلام کو ''علم و معانی الاسماء

''دونوں علم دیے گئے؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو''**علم التنزیل**'' کا علم دیا گیا؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو''**علم تاویل**'' کا علم دیا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسماء معانی تنزیل و تأویل وغیرہ تمام علوم عطا کیے گئے۔ (مستفاد از الملل والنحل)

اسی لیے تخلیق کائنات اور تخلیق انسانی پر غور وخوض کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے بعد ہوا؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں کچھ آگے بڑھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خوب زور پکڑ گیا اور آپ کے بعد ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پانچ چھ صدیاں قبل باقاعدہ فلسفہ کی بنیاد پڑی اور اس میں غور وخوض کو مستقل ایک فن اور علم کی حیثیت دیدی گئی۔

فلسفہ قدیم کی نشو ونما یونان میں ہوئی، مگر مزعومہ حکمائے یونان نے''وحی'' سے ناطہ توڑ کر''حقائق اشیاء'' میں غور وفکر شروع کیا، لہٰذا وہ مقصد سے ہٹ گئے، اور صحیح نتائج اخذ نہ کر سکے، کیوں کہ بیچاری عقل کی پرواز کتنی؟ اگر محض عقل ہی حقائق ودقائق کو جان لیتی تو اللہ رب العزت انبیاء کو مبعوث ہی نہ فرماتے، مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔

اسی لیے سلسلہ وار انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا، جنہوں نے انسان کو توحید کا درس دیا، ضروری اور غیر ضروری کا فرق بتایا، دنیا اور آخرت میں سے آخرت کی طرف انہیں تمام تر مساعی کو مرکوز کرنے کی تلقین کی، دنیا سے بقدر ضرورت تعلق قائم کرنے کو لازم قرار دیا، عبادات اور غور وفکر کے صحیح الہامی والٰہی طریقے بتائے۔

غرضیکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کے صحیح اصول اور خطوط کی نشاندہی کی، جو ان کے جانب اللہ نے نازل کی تھی اور جب اللہ کی طرف سے نازل شدہ امور تھے، تو خسران اور ناکامی اور عدم کمال، کھوٹ اور نقص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

غرضیکہ وحی کے بغیر انسان کو چارہ کار ہی نہیں، مگر اس کے باوجود فلاسفہ نے عقل کے گھوڑے دوڑائے اور سوائے شکوک وشبہات کے ان کے ہاتھ کچھ نہ لگا، نہ دنیا سنور سکی اور نہ آخرت۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

مذبذ بین بین ذالک لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء

فلاسفہ نے حکمت اور فلسفہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا: (۱) حکمت عملی ۔ (۲) حکمتِ نظری

حکمت عملی:

ان موجودات کا علم جن کو وجود دینا انسان کے اپنے اختیار میں ہو، جیسے تہذیب الاخلاق، تدبیر المنزل، سیاست مدنیہ۔

حکمتِ نظری:

ان موجودات کے حقائق کا علم جن کا وجود انسان کے اختیار سے باہر ہو، جیسے آسمان، زمین، پانی، آگ، ہوا وغیرہ؛ پھر اسی کے ذیل میں حکمت طبعی یعنی ذہنی اور خارجی طور پر مادہ کی محتاج چیزوں کا علم؛ حکمت ریاضی یعنی ایسی چیزوں کا علم جو خارج میں مادہ کی محتاج ہو مگر ذہنی طور پر مادہ کی محتاج نہ ہو؛ حکمت الٰہی یعنی ایسی چیزوں کی حقیقتوں کا علم جو ذہنی اور خارجی دونوں میں مادہ کی محتاج نہ ہو۔ غرضیکہ اس میں کافی تفصیل ہے جس کا یہاں موقعہ نہیں۔

حکمت عملی میں تو حکماء اس بات کے معترف ہیں کہ شریعت مصطفویہ نے اس کی حاجت پوری کردی، خاص طور پر تہذیب الاخلاق کی حاجت میں شریعت نے کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر آسمانی ہدایات سے آزاد ہو کر محض عقلی بنیاد پر فلاسفہ نے کائنات کے احکام و آثار، اسباب و توجیہات جو بیان کی ہے، اس میں بھی ان سے سخت غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، کیوں کہ کائنات کے آغاز، انجام، حقیقت و ماہیت کے بارے میں جتنے بھی سوالات کو انہوں نے حل کیا ہے، اس میں کوئی اطمینان بخش سامان مہیا نہیں ہوا؛ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب جب بھی کائنات کے آغاز و انجام، حقیقت و ماہیت کے بارے میں عقلی نظریات قائم کیے گئے، کچھ عرصہ بعد دوسرے نظریات نے اس کی جگہ لے لی اور پہلے کی تردید کردی، اس طرح سیکڑوں نظریات وجود میں آئے اور مردود ثابت ہوئے۔

فلسفۂ قدیم کا آغاز یونان میں طالیس ملطی سے ہوا، جو قبل المسیح ۵۵۰ء میں گذرا ہے، اسی کو فلسفہ کا بانی کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے اشیاء کی حقائق کو جاننے کی کوشش کی اور کائنات کے اسرار کا مطالعہ کیا، مگر اس کا یہ مطالعہ محض عقل کے بل بوتے پر تھا، اس

نے اسباب ذاتیہ کی کھوج لگانے کی کوشش کی۔ (مستفاد از شاہراہ علم)

طالیس کے نظریات:

جب کائنات کے اسباب ذاتیہ پر اس نے غور وخوض شروع کیا تو سب سے پہلے اس نے اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی کہ یہ مختلف الانواع والاقسام عالم کس چیز سے بنا ہے؟ اور کوشش کے بعد اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ہر چیز میں ماہیت اور رطوبت ہے، لہٰذا ہر چیز کی اصل پانی ہی ہے، آگ، ہوا، مائعات سب کی اصل پانی ہے، اس لیے کہ جب پانی کو خوب حرکت دی جائے تو بخارات پیدا ہوتے ہیں، پھر بخارات سے ”ہوا“ پیدا ہوتی ہے، اور پھر ”آگ“ اور پانی میں گھاڑا پن پیدا ہوتا ہے، تو اس سے ”اشیاء جامدہ“ اور ”معادن وجود“ میں آتے ہیں۔

گویا آسمان، زمین، ہوا، آگ، مٹی، حیوان، جمادات تمام چیزیں پانی سے وجود میں آئی ہیں۔ ہر چیز کی ”اصل الاصول“ پانی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ طالیس کی یہ فکر بابلی اور مصری خرافات اور وثنیت اور مادیت سے ماخوذ ہے؛ گویا دوسرے لفظوں میں الحاد ہے، کیوں کہ وہ کہتا ہے کہ پانی بنا، پھر اس سے سب کچھ بن گیا، یعنی اس کی اس پوری فکر اور فلسفہ میں خالق اور رب کا کہیں تذکرہ نہ اشارةً ہے نہ کنایةً، یعنی سب کچھ خود بہ خود وجود میں آ گیا۔ مگر اس سے کوئی پوچھے تو کہ پانی کہاں سے آیا؟ کس نے پیدا کیا؟ اور اتنی حیرت انگیز دریا کیسے خود بہ خود وجود میں آتے چلے گئے؟ کیا کبھی کوئی حقیر سے حقیر چیز بھی خود بہ خود بنتے دیکھی گئی؟ اگر پانی سے سب کچھ خود بہ خود بنا تو ”طالیس“ خود ہی پانی کو کسی جگہ جمع کر کے ان حیرت انگیز تغیرات کو دیکھتا؟ کیوں اسے یہ کبھی نہ سمجھا کہ وہ تجربہ اور مشاہدہ کرے ”ان یتبعون الا الظن و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا“ یہ لوگ اٹکل پچو سے کام لے رہے ہیں اور اٹکل وانداز سے ذرا برابر بھی حق کے سمجھنے میں مدد نہیں ملا کرتی۔ چہ جائیکہ اتنی بڑی کائنات کے بارے میں اٹکل سے ایسی بات کہہ دی جائے، کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اسی طالیسی دور کا ایک فلسفی ”انکسمانڈرس“ گزرا ہے، وہ طالیس کی اس سوچ اور نظریہ کی تردید کرتا ہے کہ ہر چیز کی اصل پانی نہیں، بل کہ وہ کہتا ہے اصل چیز ”جسم موضوع“ ہے، البتہ وہ ”جسم موضوع“ کی ماہیت بیان کرنے سے قاصر رہا، صرف اتنا کہتا ہے کہ ”جسم موضوع“ کلی

ہے،اس کی انتہاء نہیں تھی اور یہ ''جسم موضوع'' اشیاء متضادہ کا حامل رہا ہے،مثلاً وہ بیک وقت بڑا بھی،چھوٹا بھی،طویل بھی اور قصیر بھی،حار بھی اور بارد بھی وغیرہ وغیرہ۔

ابتداءً یہ ایک ہی تھا، پھر اس میں تطور اور حرکت شروع ہوئی، ایک دوسرے میں انفصالات اور اجتماعات کا آغاز ہوا،مگر یہ سب کچھ معین نسبتوں اور متفاوت مقادیر کی صورت میں ہوا،جس سے ''اشیاء طبیعیہ'' وجود میں آئی، پھر خود بہ خود تصادمات ہوئے اور یہ کائنات بنتی گئی؛اور ان تمام امور کے پیچھے نہ کوئی علت فاعلیہ ہے اور نہ اس کی کوئی غایت ہے۔

عقل کے مارے ''انکسمانڈرس'' نے بھی طالیس ہی کی طرح خرافات بکے ہیں،البتہ صرف اصل الاصول میں طالیس سے اختلاف کیا ہے،ورنہ بعد میں اسی کا ہم نوا ہو جاتے ہیں؛ قبل المسیح (۵۲۸تا۵۸۸)اس کا زمانہ رہا ہے۔

اس کے بعد تیسرے فلسفی'' انکزمینس ''اور اُسے انکسیمانس بھی کہا جاتا ہے،یہ ''معبود'' کے وجود کا قائل تھا اور اسی معبود کو وہ مُبدِاُ الاَشیاءِ یعنی اشیاء کو وجود دینے والا،ازلی اور ابدی بے مثیل قرار دیتا تھا۔اس کا نظریہ یہ تھا کہ اصل الکون ''ہوا'' ہے،سب سے پہلے ہوا ہی وجود میں آئی۔

اسی سے اجرام علویہ اور سفلیہ ظاہر ہوئے،اسی سے اشیاء تحلیل و تکاثف کے بعد پیدا ہوئی،جب ہوا میں حرکت ہوئی تو آگ پیدا ہوئی اور تمام ناری اشیاء کا توالد اُسی سے ہوا،جیسے کواکب' سیارگان وغیرہ؛ اور جب ہوا میں تکاثف ہوا تو اس سے آندھیاں' طوفان' بادل اور بارش وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں،پھر بارش میں عمل تکاثف ہوتا ہے تو اس سے مٹی' ریت' چٹانیں اور پہاڑ وغیرہ وجود میں آتے ہیں۔

انکسمانس کی بات یہاں تک درست ہے کہ ایک ازلی،ابدی اور معبود ہستی ہے مگر اس کا یہ کہنا کہ اس ہستی نے پہلی چیز یعنی ہوا پیدا کر دی اور پھر دیگر عام چیز اسی میں تغیرات سے خود بہ خود وجود میں آتی رہے،سراسر غلط ہے،

کیوں کہ قرآن میں اللہ کا صاف اعلان ہے''اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ''اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے۔

حیرت انگیز انسان کیسے محض تغیرات سے وجود میں آسکتا ہے؟ چاند، سورج، آسمان، زمین جیسی عظیم مخلوق کیسے محض تغیرات سے منظر عام پر آسکتی ہے؛ لہٰذا یہ نظریہ بھی مبنی بر فساد ہے۔

''ھراقلیطس''(۵۴۰-۴۷۵) قبل المسیح کا نظریہ ہے کہ ''اصل الاصول آگ'' ہے، سب سے پہلے آگ ہی وجود میں آئی، مگر وہ آگ جلانے والی، محسوس ہونے والی آگ مراد نہیں لیتا بلکہ اس کو ''نارِ الٰہیہ'' یعنی الٰہی آگ کہتا ہے، جو انتہائی لطافت کی حامل ہوتی ہے، اس آگ میں جب تکاثف اور تحجر ہوا تو زمین بن گئی

اور جب زمین میں حرکت ہوئی تو اس سے پانی برآمد ہوا اور پھر پانی اور آگ کے امتزاج اور تخلخل سے ہوا کو وجود حاصل ہوا اور پھر ہوا اور حرارت نار اول میں شدید حرکت ہوئی تو دنیوی جلا دینے والی آگ وجود میں آئی اور پھر تغیر سے یکے بعد دیگرے اشیاء وجود میں آتی رہی اور یہ تغیر، تغیر دائم ہے، کائنات میں کبھی یہ تغیر ٹھہرنے والا نہیں۔

''ھراقلیطس'' ''اصل الاصول آگ'' کو قرار دیتا ہے اور اس کے تغیرات کا تذکرہ کرتا ہے اور ''تمام اشیاء موجودہ'' کو ''آگ'' ہی سے پیدا ہونے والا تصور کرتا ہے، مگر سابقہ فلاسفہ کی طرح یہ بھی ''الحاد'' کا شکار ہو گیا۔

مذکورہ فلاسفہ کو ''فلاسفۂ طبیعین'' کہا جاتا ہے، یعنی ایسے فلاسفہ جو اشیاءِ موجودہ کی طبائع پر غور و خوض کر کے اس کی اصل کی تعیین کرنے والے۔ بعض مؤرخین کا رُجحان ہے کہ فلسفہ کی بنیاد طالیس سے پہلے ہی مصر، ہندوستان، فارس، بابل، چین وغیرہ ''مشرق قدیم'' میں پڑ چکی تھی، مگر محض چند ایسے تجربے اور اساطیر پر مبنی تھی جو انتہائی غیر معقول تھے، لہٰذا اسے شیوع حاصل نہ ہو سکا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ''فلسفۂ یونان'' معقول ہے، وہ بھی غیر معقول ہی ہے، مگر مغرب نے ''الحاد'' کو عام کرنے کے لیے ''فلسفۂ یونان'' کو ''نئے حلیے'' میں پیش کیا جس کی وجہ سے وہ مشہور و عام ہو گیا۔

قرنِ ثانی میں مسلمانوں نے اس کی تردید کی تو وہ کتابوں کی زینت بن گیا، ورنہ ''فلسفۂ یونان'' اور ''نظریاتِ یونان'' کے غیر معقول ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

اظہر اقبال بھٹہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام میں کوئی جبر نہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ ''ہر مسلمان کو مسکرا کر ملنا بھی ایک عبادت ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر مُسکراہٹ عیاں ہوتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہروقت مسکراتے رہتے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک وفد نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار کیا تھا؟ جواباً میں نے بتایا کہ میں بہت خوش نصیب تھا میں ان کا خادم اور پڑوسی تھا۔ ہم آپ ﷺ سے جس معاملے میں بات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی معاملے میں جواب دیا کرتے تھے۔

مزاح اور مذاق میں فرق ہوتا ہے۔ مذاق کے بارے میں قرآن مجید فرقانِ حمیدہ کہ ''کسی کو بُرے الفاظ سے مت پکارو کہ ہوسکتا ہے کہ وہ تم سے بہتر ہو۔''

دی گئی آیت کے مفہوم سے پتہ چلا کہ اسلام میں مذاق ممنوع ہے۔

حضور ﷺ صحابہ کرامؓ سے مزاح فرمایا کرتے تھے تاکہ آپس میں محبت بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام (علیہم الرضوان) سے اس لئے مزاح فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رعب دار تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مزاح نہ فرماتے تو لوگوں کو بات کرنے کا طریقہ نہ آتا۔

چند واقعات درج ذیل ہیں جن میں حضور ﷺ کا مزاح نمایاں ہوتا ہے:

(۱) ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے ایک اونٹ چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا'' تو اس شخص یعنی صحابیؓ نے عرض کی کہ

''حضورﷺ! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ ہر اُونٹ اُونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

(۲) ایک صحابیؓ دیہاتی تھے، ان کا نام ظاہرؓ تھا۔ جب وہ مدینے میں آتے تھے تو دیہات کی چیزیں شہر میں لاتے تھے اور واپسی پر شہر کی چیزیں دیہات لے جاتے تھے۔ ایک دن وہ سبزیاں بیچ رہے تھے۔ آپ ﷺ اس کے پیچھے سے تشریف لائے اور اس صحابیؓ کے بغلوں کے نیچے سے بازو گزار کر آنکھوں پر ہاتھ مبارک رکھ لیے۔ اس صحابیؓ نے پوچھا کون ہے؟ آپ ﷺ نے بھرے بازار میں فرمایا کہ ''ہے کوئی اس کو خریدنے والا؟'' حضرت ظاہرؓ آواز پہچان گئے اور عرض کرنے لگے ''حضورﷺ میں بہت کم دام والا غلام ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: ''اے ظاہر! تیرے دام آخرت میں بہت ہوں گے۔''

(۳) ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے دُعا کیجئے کہ میں مرنے کے بعد جنت میں جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے چلے گئے۔ واپس تشریف فرما ہوئے تو اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم! بوڑھی عورت ابھی تک رو رہی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ جنت میں بوڑھے نوجوان ہو کر جائیں گے، بوڑھے ہو کر نہیں جائیں گے۔

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کبھی کبھی فرماتے کہ ''اے دو کانوں والے بات سنو۔''

(۵) ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیز آواز کے ساتھ بات کرتے سنا۔ اور فوراً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمہاری یہ جرأت کیسے ہوئی؟ غصے کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کھڑے ہو گئے اور انہیں روکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے واپس جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: ''اے عائشہؓ! دیکھو کیسا بچایا۔''

(۶) ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے پوچھا کہ ''تیرے ماموں کی بہن

تیری کیا لگتی ہے؟ وہ صحابیؓ کچھ پریشان ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا ''وہ تمہاری ماں ہی تو لگتی ہے۔''

(۷) ایک صحابیؓ کا رنگ سرخ تھا۔ وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ اے گلابوں کے بادشاہ۔

(۸) حضرت معمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے ہاتھ میں اُسترا تھا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حجامت بنانا چاہتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے معمرؓ دیکھ! اللہ کے رسول نے تیرے اُسترے کے نیچے سر کر رکھا ہے۔ تو حضرت معمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ میرے اللہ عزوجل کا کرم ہے۔

(۹) ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا بیٹی! علیؓ کہاں ہیں؟ تو اُنہوں نے عرض کی کہ وہ مسجد میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جا کر دیکھا تو حضرت علیؓ مسجد کے کچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان کے جسم کو جھاڑتے ہوئے فرمایا کہ اے ابوتراب اُٹھ جا! اُس دن سے آپ کا نام ابوتراب ہو گیا۔

(۱۰) حضرت خباب بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے خیمے سے نکلا تو دیکھا دو عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں تو میں ان کی باتیں سننے لگ گیا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا اے جنابؓ! کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا اونٹ سرکش ہو گیا ہے، رسی تلاش کر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں گئے، وضو کیا، واپس تشریف فرما ہوئے اور پوچھا اے جناب! تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا؟ سفر جاری ہو گیا۔ میں بہت پچھتا رہا تھا کہ میں نے جھوٹ بولا۔ دورانِ سفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا؟ میں پھر شرمندہ ہوا۔ ایک دن میں مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ میں نے نماز لمبی کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج پھر وہی سوال

کریں گے۔ آخرکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بول پڑے اور فرمایا اے جناب! تو جتنی نماز لمبی کرے آج میں نہیں جاؤں گا۔ جب میں نے نماز پڑھ لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا؟ میں نے حضورؐ سے معافی مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر پوچھا وہ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا۔

(۱۱) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ وہ اچھی سے اچھی چیز بازار سے لایا کرتے اور اُدھار میں لایا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دیا کرتے تھے۔ اور کچھ دیر بعد دُکاندار کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لاتے اور عرض کرتے کہ حضور اس کی قیمت ادا کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ کیسا تحفہ ہے کہ پیسے بھی میں ادا کروں۔ تو حضرت عبداللہؓ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس پیسے نہیں تھے، لیکن میرا شوق تھا کہ میں آپ کو کوئی تحفہ دوں۔

(۱۲) درج بالا واقعہ صحابہ کرامؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزاح کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے وہ کچھ یوں ہے کہ ایک مرتبہ ایک محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ کرامؓ کھجوریں کھا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے کھجوروں کی اپنی حصے کی گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دیں۔ بہت سارا ڈھیر گٹھلیوں کا حضرت علیؓ کے سامنے لگ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا ڈھیر دیکھ کر فرمایا: اے علیؓ! آپ اتنی کھجوریں کھا گئے۔ حضرت علیؓ نے مسکرا کر عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو اتنی کھائی ہیں مگر باقی تو گٹھلیوں سمیت کھا گئے۔

ہم سب کو آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ ان تمام واقعات سے مندرجہ ذیل مزاح کے اصول ثابت ہوتے ہیں:

(۱) مزاح کرتے وقت اتنا سوچنا چاہئے کہ کسی کی عزت و آبرو پر حرف نہ آئے۔

(۲) ایسا مزاح نہ کریں جو جھوٹ ہو۔ بلکہ ایسا مزاح کریں جو بالکل سچا ہو۔

(۳) مذاق کی عادت نہیں اپنانا چاہئے۔

(۴) ایسا مزاح نہ کریں جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

مسلمانوں! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم شاد رحمہ اللہ

MONTHLY MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@hotmail.com Fax # 041-8724335